حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
• برنشڈ بف کاف • فیشن اسپل لیدرز • اٹل پل اپ • انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز • نوبک
• واٹر پروف لیدرز • گارمنٹ نپا • شوایند بوٹ اپرز
SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170,JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org

''اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (قرآن)

سہ روزہ دعوت نئی دہلی

Online Unani Herbal Consultation
044-28481344 E-mail:drameen@vsnl.net
for Sinusitis ★Joints Pain ★infertility
★nervous ★debility ★Obesity
★beauty & Hair Care
in public interest by **Dr. Syed M.M. Ameen**
B.U.M.S. (OSM)., M.D. (Herbal Med).,
Ph.D. (MED)., M.N.S.A. (IND)
S.K's Herbal Medical Hospital & Research Centre
36, J.J.K. Road, Royapettah, Chennai-600014 INDIA

• جلد: ۵۷ • شمارہ: ۳۲ • ۷/اپریل ۲۰۰۹ء • 07 April 2009 • سہ شنبہ • ۱۰/ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ • قیمت =/Rs.5 • سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ ریال • Posting: 5 April 2009 Sunday •

خبر و نظر

طالبان اور پاکستان

''انتہا پسند گروپ اب اپنا جال ملک کے دوسرے حصوں تک پھیلا رہے ہیں۔ اب ہمارے سامنے دو راستے ہیں، یا تو ملک کو طالبان کے حوالے کردیں یا ان کا مقابلہ کریں۔'' پاکستانی وزیر داخلہ رحمان ملک نے یہ بات ۳۰/مارچ کی شام اسلام آباد میں میڈیا کے رپورٹروں سے کہی۔ (دی ہندو ۳۱/مارچ) گویا وزیر نے تسلیم کرلیا کہ صبح واگھا بارڈر کے قریب پاکستان کی پولیس اکیڈمی پر ہونے والے حملے کے لئے طالبان ذمہ دار ہیں۔ ویسے ہندوستانی میڈیا سمیت عالمی میڈیا نے دنیا کو یہ بات پہلے ہی بتادی تھی اور اس تیزی کے ساتھ بتائی تھی کہ کسی کا ذہن کسی اور طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔ رحمان ملک نے صرف اس کی تصدیق کی۔ اور یہ تصدیق امریکی منصوبے کے عین مطابق تھی اس لئے کہ امریکہ نے طالبان کے نام سے ایک نیا دشمن تیار کرلیا ہے۔ عراق کو تباہ کرنے کے بعد اپنی پوری قوت پاک افغان سرحد پر جھونک دی ہے تاکہ ان دونوں ملکوں کو بین الاقوامی سازشوں کا مرکز بنانے کے ساتھ ساتھ پورے ایشیا کو کنٹرول کرسکے۔ اسامہ بن لادن، القاعدہ اور اس کے فرضی ٹیپ دیکھنے سے دنیا عاجز آرہی تھی۔ اس لئے طالبان کی صورت گری کی گئی ہے۔

یہ وفاداری قابل فہم ہے

امریکہ کے ساتھ پاکستان کی یہ وفاداری اچانک یا غیر متوقع نہیں ہے، اس کی پالیسی کے مطابق ہے۔ ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کو نیویارک پر ''القاعدہ کے حملوں'' کے بعد امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کا بگل بجایا تھا اور پاکستان اس جنگ میں اس کا ''حلیف'' بن گیا تھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ دہشت گردی سے امریکہ کی مراد کیا ہے۔ یعنی اصلاً یہ جنگ کس نظریۂ حیات کے خلاف ہے۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان اپنی، علاقائی سالمیت اور اقتدار کی حمیت سے دستبردار ہوگیا تھا۔ پاکستانیوں نے امریکہ کے محض اس وعدے کے عوض کے وہ ان کی ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کرے گا، اپنی قومی غیرت کو امریکہ کے ہاتھ گروی رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد سے وہ امریکہ کی ہر جارحیت برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہہ رہے ہیں۔ وہ جو جرم قبول کرنے کو کہتا ہے، کرلیتے ہیں۔ پاکستانی سرحدوں کا حال یہ ہے کہ کوئی بھی روک ٹوک جاکر کچھ بھی کرسکتا ہے۔ پاک-افغان سرحد پر ہزاروں امریکی فوجی موجود ہیں جن میں موساد کے ایجنٹوں کی موجودگی ہر شبہ سے بالاتر ہے۔ یہ ایجنٹ مقامی بدقماشوں کو پاکستان میں کہیں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

طالبان کون ہیں

اور طالبان کا قصہ یہ ہے کہ یہ افغانستان کے دینی مدارس کے طلبا تھے جنہوں نے سوویت یونین کے انخلا کے بعد اقتدار کے لئے مسلم تنظیموں کی رسہ کشی کو دیکھتے ہوئے مداخلت کی تھی اور اقتدار پر قبضہ کرلیا تھا۔ چونکہ یہ طالبان اسلامی اجتماعیت کے قائل اور ہر اخلاقی برائی کے خلاف تھے، مغرب کی آبرو باختہ تہذیب کو برداشت نہیں کرتے تھے اس لئے امریکہ ان کا دشمن بن گیا تھا۔ امریکی دشمنی میں شدت اُس وقت پیدا ہوئی جب طالبان نے بن لادن کو بغیر کسی ثبوت کے امریکہ کے حوالے کرنے سے انکار کردیا۔ امریکہ ابتداء میں تو طالبان کو القاعدہ کے ساتھ جوڑ کر چیخ پکار کرتا تھا۔ اب اس نے القاعدہ کی جگہ طالبان کو دے دی ہے اور طالبان کے نام پر تمام باعمل مسلمانوں کی کردار کشی کی عالمگیر مہم چلا رہا ہے۔ باعمل اور غیور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کا یہ پروپیگنڈا اتنا طاقتور اور موثر ہے کہ دنیا کے اَن پڑھ اور سیدھے سادے عوام ہی نہیں تعلیم یافتہ اور منصب دار افراد بھی اس سے متاثر ہیں۔ اس کی تازہ ترین مثال ہندوستانی سپریم کورٹ کے جج مارکنڈے کاٹجو کا وہ ریمارک ہے جو انہوں نے ایک مسلم طالب علم کی ڈاڑھی کے مقدمہ میں دیا ہے ''ہم اِس ملک میں طالبان نہیں چاہتے۔'' پاکستانیوں کو مبارک ہو، ان کے طالبان کے خلاف ماحول بن رہا ہے۔ (پ ر)

اجودھیا تحقیقاتی کمیشن، جو سوالیہ نشان بن گیا

بابری مسجد کے انہدام کی جانچ کرنے والے اجودھیا لبرہن کمیشن کی مدت میں ایک اور توسیع کردی گئی۔ اطلاعات کے مطابق تازہ توسیع تین ماہ کے لئے ۳۰/جون تک کی گئی ہے۔ پچھلی توسیع کی مدت ۳۱/مارچ کو پوری ہوگئی تھی۔ ابھی اور کتنی توسیع ہوگی کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ اب تک کمیشن کی مدت میں جو ۴۸ بار توسیع کی گئی ہے، ایک بار بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہ آخری توسیع ہے۔ اس کے بعد اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ بابری مسجد کے انہدام کی انکوائری اور کمیشن کی مدت میں توسیع کی صرف خانہ پری کی جارہی ہے۔

۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو جب سپریم کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس وقت کی مرکزی نرسمہا راؤ سرکار کی خاموشی اور ملی بھگت، ریاست کی کلیان سنگھ حکومت کی نگرانی اور ایل کے آڈوانی اور مرلی منوہر جوشی سمیت بی جے پی کے سینئر لیڈران کی موجودگی میں کارسیوکوں نے بابری مسجد شہید کرکے اس کی جگہ پر عارضی مندر بنادیا تو اس کے دس دن کے بعد مرکزی حکومت نے انہدام اور اس کے اسباب ومحرکات کی انکوائری کے لئے یک رکنی اجودھیا لبرہن کمیشن تشکیل دیا جسے اپنی رپورٹ ۱۶/مارچ ۱۹۹۳ء کو ہی پیش کردینا تھا۔ لیکن اس وقت تک اس کی انکوائری بھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح کمیشن کا کام اپنی مدت میں توسیع کے ساتھ شروع ہوا۔ اس کے بعد اس کی مدت میں اتنی توسیع کی گئی کہ اس نے تحقیقاتی کمیشنوں کی تاریخ میں سب سے زیادہ عرصہ تک کام کرنے اور خرچیلا ہونے کا نہ صرف ایک نیا ریکارڈ بنایا بلکہ عدالتی تاریخ کی طرح اس کی مدت میں اتنی توسیع کی گئی کہ انکوائری کے ساتھ خود کمیشن ہی ایک سوال بن گیا۔ انکوائری سے کیا حقائق سامنے آئیں گے اس بابت لوگ کم سوچتے اور پوچھتے ہیں۔ اب تو ہر ایک کے ذہن میں یہی سوال گھومتا رہتا ہے کہ آخر اس کمیشن کی مدت پوری ہوگی کہ نہیں؟ اور اس کی مدت میں کتنی توسیع کی جائے گی اس پر اور کتنا پیسہ خرچ کیا جائے گا۔ بہت سے لوگ یہ سوچ کر پریشان ہوجاتے ہیں کہ سولہ برسوں سے زیادہ عرصے تک کام کرنے اور سات کروڑ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے کے بعد اگر کمیشن کی رپورٹ ''کھودا پہاڑ نکلا چوہا'' کے مصداق ہوئی تو کیا ہوگا؟ بابری مسجد کے انہدام سے ملک کی جتنی رسوائی، شرمندگی اور بدنامی پوری دنیا میں نہیں ہوئی تھی اس سے کہیں زیادہ اس وقت ہوگی جب کمیشن کی رپورٹ مذکورہ مثال کے مطابق ہوگی۔ سیکولرزم، جمہوریت، آئین وعدلیہ کے ساتھ ساتھ تحقیقاتی کمیشنوں اور ایجنسیوں کی قلعی بھی کھل جائے گی اور پورا ملک ایک مذاق بن جائے گا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ کمیشن کی سماعت اگست ۲۰۰۵ء ہی میں مکمل ہوگئی تھی۔ غرضیکہ تیرہ برسوں میں کمیشن نے اپنی انکوائری مکمل کی اور وہ گزشتہ چار برسوں سے اس کی رپورٹ مرتب کررہا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ انکوائری جتنی طویل تھی رپورٹ بھی کافی ضخیم ہونی چاہئے کیونکہ اس میں طویل وقت لگ رہا ہے۔ اس کے لحاظ سے انکوائری کا نتیجہ اور حقائق بھی اہم ہونے چاہئیں اور وہ یقیناً سب کی توجہ کا مرکز ہوں گے۔ یہ بات خود کمیشن کے چیئرمین جسٹس لبرہن بھی کہہ چکے ہیں کہ کمیشن میں کافی دلچسپی لی جارہی ہے۔ مجھ پر میڈیا کی گہری نظر ہے اور وہ میرے محاسبہ کی کوشش کرے گا۔ کمیشن میں آٹھ سال تک وکیل کے فرائض انجام دینے والے اور جسٹس لبرہن سے بعض اختلافات کے باعث کمیشن سے علاحدگی اختیار کرنے والے انوپ گپتا کا بھی یہی کہنا ہے کہ اگر تحقیقاتی رپورٹ 'کھودا پہاڑ نکلا چوہا' ثابت ہوئی تو تاریخ جسٹس لبرہن کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ اتنی طویل مدت تک انکوائری کرنے اور کروڑوں روپے خرچ کرنے کے باوجود اگر وہ ملک کے عوام اور دنیا بھر کے انصاف پسند لوگوں کی امیدوں پر کھرے نہیں اترتے ہیں جو بے صبری سے رپورٹ کا انتظار کررہے ہیں تو تاریخ لکھنے کا نمبر تو بعد میں آئے گا سب سے پہلے موجودہ عوام ہی انہیں معاف نہیں کریں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر کیا بات ہے کہ کمیشن اپنی رپورٹ پیش کرنے میں اتنی تاخیر کررہا ہے۔ اس کا جواب نہ تو حکومت کے پاس ہے اور نہ ہی آج تک کمیشن نے دیا، لیکن اس تاخیر کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی کہ بابری مسجد کی شہادت کی انکوائری گزشتہ سترہ برسوں سے معمہ بنی ہوئی ہے۔ بات صرف لبرہن کمیشن کی انکوائری کی نہیں ہے۔ بابری مسجد سے تعلق رکھنے والے دیگر معاملوں کا حال بھی کچھ اسی طرح ہے بلکہ بعض کا حال تو اس سے بھی برا ہے۔ بابری مسجد کی اراضی کی ملکیت کے مقدمہ کا فیصلہ نصف صدی میں بھی نہیں ہوسکا اس نے الگ سب سے طویل سماعت کا ریکارڈ بنایا۔ بابری مسجد کے انہدام کے مقدمات کا حال تو سب سے بُرا ہے۔ لکھنؤ کی خصوصی عدالت میں ادنیٰ ملزموں کے خلاف چلنے والے مقدمہ کی کوئی رپورٹ ہی نہیں آتی اور سرکردہ ملزموں کے خلاف رائے بریلی کی خصوصی عدالت میں چلنے والا مقدمہ ۱۷ برس بعد بھی مختلف عدالتوں کا چکر لگانے کے بعد بھی ابھی تک ابتدائی مرحلہ میں ہے۔ جو مقدمہ عدم مساوات پر مبنی ہو، ایک ہی معاملہ میں عام لوگوں کے خلاف مقدمہ کی سماعت لکھنؤ کی عدالت میں چل رہی ہو اور سرکردہ ملزموں کے خلاف مقدمہ کی سماعت رائے بریلی کی عدالت میں دونوں میں۔ انصاف اور مساوات کی امید کس طرح کی جاسکتی ہے۔ غرضیکہ بابری مسجد سے متعلق تمام معاملوں کے انجام کی فکر سبھی کو ہے لیکن مایوسی کے علاوہ کسی کو کچھ نہیں مل رہا ہے۔ کہیں سے بھی لگتا ہی نہیں ہے کہ ملک میں انصاف کا نظام ہے۔ اگر ہے بھی تو وہ مذاق بن کر رہ گیا ہے۔

اسے ملک کا المیہ ہی کہا جائے گا کہ اتنے حساس معاملہ کو جس نے ملکی آئین، جمہوریت، سیکولرزم اور تمام شہریوں کے ساتھ مساوات کے اصول کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ اتنے برسوں تک قانونی داؤ پیچ میں الجھا کر لٹائے رکھا گیا۔ نہ تو عدالتوں میں اجودھیا کے معاملے اس رفتار سے چل سکے جس کی ضرورت تھی اور نہ ہی کوئی ایسی پیش رفت ہوسکی جس سے لگے کہ انصاف ہورہا ہے۔ بابری مسجد انہدام کی انکوائری میں بھی اتنا وقت لگادیا گیا کہ انصاف کی امید کم اور شبہ زیادہ ہونے لگا ہے۔ دور دور تک کہیں بھی سنجیدگی، خلوص اور ایمانداری نظر نہیں آرہی ہے۔ ایسے حالات میں نظام انصاف پر سے اعتماد اٹھتا ہے تو اسے غلط نہیں کہا جاسکتا۔

••

ڈاڑھی — عدالت عظمیٰ کے جج کا معنی خیز ریمارک

ایک رپورٹ (ٹائمز آف انڈیا ۳۱/مارچ ۲۰۰۹ء) کے مطابق سپریم کورٹ کے فاضل جج جسٹس مارکنڈے کاٹجو نے عدالت میں داخل کی جانے والی ایک عرضی کو جس میں ایک مسلمان طالب علم نے داڑھی رکھنے کی اجازت طلب کی تھی یہ کہہ کر خارج کردیا کہ ہندوستان کو طالبانستان بنانے کی اجازت کسی بھی قیمت پر نہیں دی جاسکتی۔ انہوں نے اپنے ریمارکس میں یہ بات کہی ہے کہ سیکولرزم کی چادر کو اس قدر پھیلانے کی اجازت بھلا کس بنیاد پر دی جاسکتی ہے کہ اس پر طالبائزیشن کا گمان گزرنے لگے۔ مقدمہ دراصل یہ تھا کہ مدھیہ پردیش کے ایک انگریزی میڈیم اسکول (نرملا ہائر سکنڈری کانونٹ اسکول) کے طالب علم محمد سلیم داڑھی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا یا کم از کم یہ چاہتا تھا کہ ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں اس کی آزادی ملنی چاہئے کہ جو کوئی مسلم طالب علم داڑھی رکھتے ہوئے اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہتا ہو اسے اس کی اس خواہش پر عمل کرنے کی اجازت اور آزادی ہو۔ لیکن مذکورہ اسکول میں اس کی آزادی میسر نہیں ہے اندازہ ہوتا ہے کہ طالب علم محمد سلیم نے اسکول کی انتظامیہ سے پہلے رجوع کیا۔ اس کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، گفت وشنید اور افہام وتفہیم کے دوسرے معروف ذرائع بھی اس نے ضرور استعمال کئے ہوں گے اس لئے کہ عام حالات میں عدالت کا دروازہ دوسرے اور تمام راستوں کے مسدود ہوجانے کے بعد ہی کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ اور سپریم کورٹ تو اس کا آخری زینہ ہے۔ اس لئے اندازہ ہے کہ نچلی عدالتوں میں بھی یہ مسئلہ اٹھایا گیا ہوگا کیوں کہ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ اس عرضی کو خارج کرتے ہوئے سنایا ہے جو مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف داخل کی گئی تھی۔ جہاں محمد سلیم کی طرف سے دائر کئے جانے والے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے یہ اصولی بات پیش کی گئی تھی کہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے۔ جہاں مذہبی رواداری پر عمل کیا جاتا ہے اس کی آزادی بھی دی گئی ہے۔ لہٰذا یہاں ہر شہری کو اپنے مذہبی اصولوں اور تعلیمات پر عمل کرنے کی آزادی حاصل ہے اور ہونی چاہئے۔ اسے ایسا کرنے سے روکا نہیں جاسکتا، مگر مدھیہ پردیش ہائی کورٹ نے اس کی یہ دلیل ماننے سے انکار کردیا اور فیصلہ اس کے خلاف دے دیا۔ محمد سلیم نے اس فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا۔ سپریم کورٹ کی جس بنچ نے اس عرضی کی سماعت کی اس کے سربراہ جسٹس رویندرن تھے اور جسٹس کاٹجو اس کا حصہ تھے۔ عرضی خارج کرنے کا فیصلہ اور اس کے وجوہ انہوں نے بیان کئے۔

محمد سلیم کے وکیل جسٹس (ریٹائرڈ) بی اے خاں نے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے فاضل جج صاحبان کو یاد دلایا کہ دستور کی دفعہ ۲۵/مذہبی آزادی کی ضمانت دیتی ہے جس کی رو سے ان کے موکل محمد سلیم کو اپنے مذہبی معتقدات پر عمل کرنے کی اجازت ملنی چاہئے اور اس پر داڑھی کو صاف کرنے کے لئے دباؤ نہیں ڈالنا چاہئے لیکن انہوں نے جب یہ دلیل پیش کی کہ داڑھی رکھنا اسلام کی تعلیمات کا اٹوٹ حصہ ہے تو فاضل جج جسٹس کاٹجو نے پلٹ کر الٹا ان سے یہ سوال کیا کہ پھر آپ نے داڑھی کیوں نہیں رکھی؟ فاضل جج صاحبان پر ان کی اس دلیل کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا کہ اس اسکول میں ٹھیک انہی بنیادوں پر سکھوں کو رعایت دی جاتی ہے اور ان سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ داڑھی صاف کرائیں اور نہ پگڑی اتارنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ پھر ان کے موکل کے ساتھ یہ بھید بھاؤ کیوں برتا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسکول کا یہ ضابطہ مذہبی آزادی کی دستوری ضمانت کے خلاف ہے۔ مذہبی آزادی ایسی دستوری ضمانت ہے جس کو بنیادی حقوق میں شامل کیا گیا ہے۔ اس پر جسٹس کاٹجو نے یہ کہا کہ دستور کی دفعہ ۳۰ اقلیتوں کو اپنی مرضی کے ادارے کھولنے اور چلانے کی ضمانت دیتی ہے۔ اس کی بھی مخالفت نہیں ہونی چاہئے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اسکول نے کچھ ضابطے بنائے ہیں ان ضابطوں کی پابندی ہونی چاہئے۔ اگر اس نے کوئی ڈریس (پوشاک) تجویز کی ہے تو کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ وہ اسکول ڈریس نہیں پہنے گا۔ اگر کسی طالب علم کو ضابطوں پر عمل کرنے میں دلچسپی نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ وہ کوئی اور اسکول تلاش کرے اور جہاں چلا جائے جو اس کے مواقف ہو، اسکول انتظامیہ سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ آپ کے لئے اپنا ضابطہ تبدیل کردے، جسٹس کاٹجو نے جو اہم بات کہی ہے وہ ان کے وہ ریمارکس ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم اس ملک میں طالبان کا وجود نہیں چاہتے ورنہ کل ایک طالبہ آئے گی اور یہ کہے گی کہ وہ برقعہ پہننا چاہتی ہے تو کیا ہم اس کی بھی اجازت دے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ دل کی گہرائیوں سے ایک سیکولرسٹ ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ حقوق اور اصولوں کے مابین توازن برقرار رکھیں۔ ہم سیکولرزم کی چادر کو ضرورت سے

باقی صفحہ ۸ پر

بلا تبصرہ

انتخابات سے قبل اعلامیہ جاری کرنے کی رسم ادائیگی کرنے میں سبھی سیاسی جماعتیں ان دنوں لگی ہوئی ہیں۔ لیکن کسی کے بھی وعدے اتنے سنجیدہ نہیں لگتے کہ ان پر گفتگو کی جائے۔ زیادہ تر باتیں ہوائی ہی لگتی ہیں۔ کوئی بھی پارٹی ''لانگ ٹرم'' کو پیش نظر رکھ کر اپنی اسٹریٹجی نہیں تیار کررہی ہے۔ موجودہ حالات میں ملک کی ترقی کے لئے ایک وسیع نقطہ نظر کی ضرورت ہے جس کا ہمارے نام نہاد لیڈروں میں فقدان ہے۔ پارٹیوں کو چاہئے کہ اعلانات ایسے کریں جو ملک کو آگے لے جانے میں مدد گار ثابت ہوں اور حقیقت پر مبنی ہوں۔

ہرپریت کور، موہالی

ہندوستان، ۳/اپریل ۲۰۰۹ء

فلسطین کی آزادی کے لئے دباؤ

یورپی یونین نے نئی اسرائیلی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ فلسطینی ریاست کو تسلیم کرے، یہ مطالبہ چیک جمہوریہ میں گزشتہ دنوں ہوئے یورپی یونین کے وزراء خارجہ کے اجلاس میں کیا گیا۔ یہی نہیں اجلاس کے بعد نامہ نگاروں سے بات چیت کرتے ہوئے چیک جمہوریہ کے وزیر خارجہ کارل شوارزنبرگ نے اسرائیل سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر نئی اسرائیلی حکومت نے فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تو اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان تعلقات تو مزید خراب ہوں گے ہی اس کے خطرناک نتائج بھی سامنے آئیں گے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ یورپی یونین کے وزراء خارجہ کے آئندہ اجلاس میں اس مسئلہ پر بات چیت ہوگی۔ ادھر عرب ممالک نے بھی اسرائیل کی نئی حکومت پر فلسطینی ریاست تسلیم کرنے کے لئے سخت دباؤ ڈالا ہے۔ دوحہ قطر میں عرب ممالک کے سربراہ کانفرنس کے اختتام پر جاری ایک بیان میں اسرائیل پر دباؤ ڈالتے ہوئے اس کو خبردار کیا گیا کہ اس سات سالہ پیشکش کا وقت اب ختم ہورہا ہے۔ جس کے تحت عرب ممالک اسرائیل کو اس صورت میں تسلیم کرلیتے اگر وہ فلسطینی ریاست کو تسلیم کرلیتا۔

لیکوڈ جماعت کے سربراہ بنجامن نیتن یاہو کی سربراہی میں جو نئی حکومت بنی ہے، انہوں نے اگرچہ حلف برداری سے قبل پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ وہ فلسطینیوں کے ساتھ نہ صرف مذاکرت کریں گے بلکہ ان کی حکومت اپنے پڑوسیوں اور باقی عرب دنیا کے ساتھ دیرپا امن کے تعلقات بنانے کے لئے ہر قدم اٹھائے گی لیکن انہوں نے اسرائیل اور فلسطین کے مسئلہ کے دو ریاستی حل کا ذکر نہیں کیا۔ یہ اور بات ہے کہ ماضی میں وہ یہ کہہ چکے ہیں کہ ان کے خیال میں فلسطینیوں کو ایک الگ ریاست کی ضرورت ہے لیکن دائیں بازو کی حکومت پر جب مغربی ممالک کو یقین نہیں ہے اور وہ مسئلہ فلسطین کے حل کے سلسلہ میں فکرمند ہیں تو مسلم ممالک ان سے زیادہ فکرمند ہوں گے۔

مسٹر نیتن یاہو دس سال کے وقفہ کے بعد وزیر اعظم بنے ہیں اور انہوں نے حکومت کی باگ ڈور ایسے وقت سنبھالی ہے جب غزہ پر اسرائیلی حملہ پوری دنیا میں موضوع بحث بنا ہوا ہے بلکہ غزہ حملہ کے تناظر میں ہی اسرائیل میں انتخابات ہوئے تھے اور یہ ایک زبردست انتخابی ایشو بنا ہوا تھا۔ اب بھی غزہ اور اسرائیل میں ٹکراؤ کی صورتحال ہے۔ مسٹر نیتن یاہو کی سابقہ حکومت میں مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کے حل میں کوئی ایسی پیش رفت نہیں ہوئی تھی جس سے بہتر کی امید کی جاسکے بلکہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے اور بھی بگڑ گیا۔ اس بار تو ان کی حکومت پہلے سے زیادہ متشدد نظر آرہی ہے۔ حکومت میں شامل دائیں بازو کی جماعت یسرائیل بائتینو جس طرح کی نظریات رکھتی ہے اور فلسطینیوں کی مخالفت کو جس طرح اس نے انتخابی ایشو بنایا تھا۔ یقیناً فلسطینی کاز کے خلاف اس کا دباؤ حکومت پر رہے گا۔ اسرائیل میں دائیں بازو کی حکومت سے نہ صرف فلسطینیوں کو پریشانی ہوسکتی ہے بلکہ امریکہ کے لئے اسرائیل-فلسطین مسئلہ کو حل کرنے میں سخت مشکلات پیش آسکتی ہے۔ امریکی صدر بارک اوبامہ اسرائیل کی نئی حکومت پر دباؤ ڈالنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کیونکہ بنجامن نیتن یاہو کو امریکہ کی طاقتور یہودی لابی کی حمایت حاصل ہے۔ اور اسرائیلی حکومت امریکی دباؤ کم کرنے کے لئے امریکی یہودی لابی کا استعمال کرسکتی ہے ویسے تو اسرائیل کی کوئی بھی حکومت کبھی بھی فلسطینی ریاست کے قیام کے حق میں نہیں رہی ہے۔ اگر کسی نے

باقی صفحہ ۸ پر

سعودی عرب اور لیبیا کی دوستی

دوحہ- سعودی عرب اور لیبیا کے درمیان پانچ برسوں سے جاری تلخی یہاں عرب سربراہ کانفرنس کے موقع پر اس وقت ختم ہوگئی جب دونوں ملکوں کے سربراہوں نے ماضی کی تلخیوں کو فراموش کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ واضح رہے کہ ۲۰۰۳ء میں دونوں ملکوں کے تعلقات اس وقت کشیدہ ہوگئے تھے جب سعودی حکومت نے شاہ عبداللہ کو جو اس وقت ولی عہد شہزادہ تھے، مارنے کی ایک سازش کو ناکام بنانے کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ الزام لگایا تھا کہ یہ سازش لیبیا نے رچی تھی۔

افغان الیکشن کیلئے امریکی و یورپی گرانٹ

دی ہیگ- امریکہ اگست میں ہونے والے افغانستان کے صدارتی الیکشن کے لئے چار کروڑ ڈالر کا گرانٹ دے گا۔ یہاں اس کا اعلان کرتے ہوئے امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن نے کہا کہ ہم کسی امیدوار کی حمایت یا مخالفت نہیں کریں گے لیکن ہم چاہیں گے کہ انتخابات کا قانونی جواز اور اس کی معتبریت بنی رہے۔ اس سے قبل یورپی کمیشن نے کہا کہ وہ افغانستان میں الیکشن، پولیس اور زرعی شعبہ میں تعاون کے لئے ۹۷ کروڑ امریکی ڈالر دینے کو تیار ہے۔ دریں اثنا افغان سپریم کورٹ نے ۲۱/مئی کو مدت پوری ہونے کے باوجود الیکشن تک صدر حامد کرزئی کے عہدے پر رہنے کے حق میں فیصلہ سنایا ہے۔

سوڈانی صدر کو عربوں کی حمایت

دوحہ- یہاں عرب سربراہ کانفرنس کے اختتام پر عرب رہنماؤں نے سوڈان کے صدر عمر البشیر کی حمایت میں ایک بیان جاری کیا جس میں سوڈان کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرتے ہوئے دارفور معاملے میں سوڈانی صدر کے خلاف انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کی طرف سے جاری گرفتاری کے وارنٹ کو مسترد کردیا۔ بیان میں اسرائیل کو بھی خبردار کیا گیا کہ اس سات سالہ پیشکش کا وقت اب ختم ہونے جارہا ہے جس کے تحت عرب ممالک اسرائیل کو اس صورت میں تسلیم کرلیتے اگر وہ فلسطینی ریاست کو تسلیم کرلیتا۔

شہباز شریف پھر وزیر اعلیٰ

اسلام آباد- پاکستانی سپریم کورٹ نے مسلم لیگ (ن) کے صدر شہباز شریف کی نااہلی کے فیصلے کو معطل کرتے ہوئے اس کے خلاف حکم امتناعی جاری کردیا ہے جس کے بعد شہباز شریف دوبارہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی حیثیت سے بحال ہوگئے۔ فیصلے کے مطابق نااہلی کی درخواستوں کی سماعت اور فیصلہ آنے تک وہ اس عہدے پر برقرار رہیں گے۔ اس سے قبل ۲۵/فروری کو سپریم کورٹ کی ہی ایک بنچ نے شریف برادران کی نااہلی کے حوالے سے لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ برقرار رکھتے ہوئے انہیں نااہل قرار دے دیا تھا جس کے بعد ریاستی حکومت برطرف کرکے وہاں صدر راج نافذ کردیا گیا تھا۔

بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر معاملہ

نئی دہلی- دہلی ہائی کورٹ نے سنٹرل انفارمیشن کمیشن کے اس حکم پر فی الحال روک لگادی ہے جس میں بٹلہ ہاؤس میں مبینہ انکاؤنٹر میں مارے گئے، عاطف، ساجد اور انسپکٹر، موہن چند شرما کی پوسٹ مارٹم رپورٹ عام کرنے کو کہا گیا تھا۔ ہائی کورٹ نے یہ حکم دہلی پولیس کے اسی بہانے اور پرانی دلیل پر دیا ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ عام کرنے سے ۱۳/دسمبر کے دہلی بم دھماکوں کی جانچ متاثر ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر بم دھماکوں کی انکوائری پوری نہیں ہوئی اور معاملہ کچھ عرصے بعد ٹھنڈے بستے میں چلا گیا جیسا کہ ہوتا رہا ہے تو پوسٹ مارٹم رپورٹ اہل خانہ کو نہیں ملے گی۔

دینی مدارس اور عصری علوم کی تدریس

حکیم ظل الرحمٰن، دہلی

سہ روزہ دعوت، مورخہ ۱۰/ مارچ ۲۰۰۹ء میں پروفیسر محسن عثمانی ندوی کا مضمون: ”دینی مدارس کے فارغین اور ان کی عصری علوم کی تعلیم“ نظر نواز ہوا۔ پروفیسر صاحب ان حضرات میں سے ہیں جن کو مدارس کی موجودہ حیثیت سے ناواقف نہیں کہا جاسکتا۔ بلاشبہ بعض مدارس اپنے معیار تعلیم کے اعتبار سے بے مقصد نظر آتے ہیں لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ جو طبقہ ان میں پڑھنے کے لئے آتا ہے وہ اصلاً پڑھنے نہیں پڑنے کے لئے آتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ فضلاء نہ بن کر فضلہ بن جاتے ہیں لیکن اچھے مدارس کا بھی فقدان نہیں ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور درس نظامی کی بنیاد پر چلائے جانے والے اداروں سے اچھے علمی افراد بھی نکلتے ہیں۔ ہندوستان میں مختلف دنیاوی ضرورتوں کے لحاظ سے مختلف دوسرے نصاب بھی مروج ہیں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعۃ الفلاح بلیریا گنج، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے طلباء ملک کی عربی فارسی کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ لہٰذا تمام ہندوستان کے مدارس پر یہ الزام تراشی کہ وہاں کے فارغین دنیاوی ضرورتوں کے لحاظ سے بے فیض ہوتے ہیں نامناسب ہے۔ ہر نصاب کا ایک مقصود ہے دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں ضروریات دنیا مقصود ہی نہیں ہیں۔

(۱) قرآن کریم پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیات ۱۰۴، ۱۱۰، ۱۱۴، رکوع ۲ و ۳۔ آیت (۱۰۴): ”اور چاہئے کہ رہے ایک جماعت تم میں سے ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کرتی رہے برائی سے“۔

(آیت:۱۱۰) ”تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی ہیں عالم میں۔ حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے“۔

(آیت:۱۱۴) ”اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر، پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہی لوگ ہیں نیک بخت“۔

مندرجہ بالا آیات کے بعد مقصود حصول علم پر مولانا ابوالکلام آزاد کے خیالات ملاحظہ فرمائیں۔ (طلباء دارالعلوم دیوبند سے خطاب ۱۹۵۵ء)

”علم دین سے وسیلہ نہیں مقصد ہے۔ اس کا حصول فرض ہے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو علم کے لئے سیکھا ہے وسیلہ کے لئے نہیں سیکھا۔ مسلمانوں نے کبھی بھی علم کو اس لئے نہیں حاصل کیا کہ اس کے ذریعے معیشت حاصل کریں یا کسی سرکاری منصب پر فائز ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہنی ہے کہ دین کی خدمت اور اشاعت دین کو اپنا فریضہ سمجھیں۔ اگر تم اس حقیقت کو سمجھ گئے ہو تو گویا تم نے اپنی پوری زندگی کا پروگرام بنالیا۔ آپ کے اسلاف نے علم کو کبھی سرمایہ فروخت نہیں سمجھا۔ علم اور علم دین کے لئے اس سے بڑھ کر تہی مائیگی نہیں ہوسکتی کہ علم کو کسب دنیا کے لئے ایک سرمایہ سمجھا جائے“۔ اب سوال رہ جاتا ہے ان حضرات کی معیشت کا تو مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے: ”وما من دابة فی الارض الا علی اللّٰہ رزقها“ کے تحت رزق کی فکر بے کار ہے۔ فکر ان فرائض کی ہونی چاہئے جو اس نے مسلمانوں پر لازم قرار دیئے ہیں۔ جب خدا کی ملازمت کروگے تو رزق کا انتظام وہ خود بخود کرے گا۔ آج کوئی عالم بے روزگار نہیں ملے گا حسب صلاحیت تدریس، مؤذنی اور امامت میں مصروف ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اچھا عالم تلاش پر بھی مشکل سے بے روزگار رہتا ہے۔

اصل میں اس مسلمان دانشور طبقے کو فکر ہے کہ مولوی کے گھر ٹیلیفون نہیں ہے۔ ٹیلی ویژن نہیں ہے۔ اس کے پاس اپنی کار نہیں ہے۔ مناسب سہولتوں کا مکان نہیں ہے۔ یہ باتیں محض کہنے کی ہیں۔ اس طبقے کو اصل پریشانی یہ ہے کہ مولوی کے گھر میں شیطان کیوں داخل نہیں ہو پاتا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک اور قول ملاحظہ فرمالیں، احساس کمتری جاتا رہے گا۔

”دنیا میں حق وصداقت کی آواز کبھی تاج وتخت یا ایوان ومحل سے نہیں اٹھی بلکہ ہمیشہ اس کا سرچشمہ جنگلوں، پھونس کے جھونپڑوں اور پہاڑوں کے اندر رہا ہے اور یہ بھی اس شاہد وعجائب پسند کا عجیب وغریب کرشمہ ہے کہ ہمیشہ شکستگی اور افتادگی ہی کو محبوب رکھتا ہے اپنا گھر بھی بناتا ہے تو ٹوٹے ہوئے زخمی دلوں کو۔ اپنی آواز بھی سناتا ہے تو کانٹے پڑے ہوئے خشک حلقوں کو۔ اپنی نگاہوں کا جلوہ بھی دکھاتا ہے تو گردنوں کی خونچکانی اور لاشوں کے اضطراب میں“۔

دارالعلوم ندوۃ العلوم لکھنؤ ایک دینی ادارہ ہے جہاں معیار تعلیم میں بھی کوئی کمی نہیں ہے لیکن ندوۃ العلماء لکھنؤ دارالعلوم دیوبند والے بوریہ نشیں پیدا نہیں کرسکا۔ وجہ روحانیت کی دنیا کے لئے کائناتی دنیا سے ممکنہ حد تک کنارہ کشی ضروری ہوتی ہے اپنی راتوں کو نذر خداوندی کرنا پڑتا ہے۔ اپنی عبادات میں یہ تصور غالب رکھنا پڑتا ہے کہ ہم خدا کے حضور حاضر ہیں۔ زندگی آمد برائے بندگی۔ زندگی بے بندگی شرمندگی۔

یہی وہ تصور ہے جو مسلمان امت میں قرآن کریم کا مطلوبہ گروہ پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ان اداروں سے یہ مطالبہ کہ وہ عصری علوم دنیاوی ضرورت کے لحاظ سے بھی پڑھائیں بے جا ہے۔ اگرچہ عصری علوم منطق، فلسفہ، ریاضی، تاریخ جغرافیہ، دینی ضرورتوں کی حد تک یہ ادارے پڑھاتے ہیں۔ ذرا ہمارے یہ دانشوران کرام جواب دیں کہ خود اپنے اداروں میں یہ (۱) دسویں کلاس میں چھ مضمون پڑھائیں (۲) بارہویں کلاس میں پانچ مضمون پڑھائیں (۳) بی اے میں صرف تین مضمون پڑھائیں (۴) ایم اے میں صرف ایک مضمون پڑھائیں۔

اور ہم سے مطالبہ کریں کہ ہم اپنے بھی تمام مضامین پڑھائیں اور ان کے عصری علوم بھی پڑھائیں نتیجہ معلوم۔ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ ان کا اصل مقصود اصلاح مدارس نہیں ہے مقاصد مدارس کی بربادی ہے۔ اصل میں ان کو یہ پریشانی ہے کہ امت کی قیادت آخر علماء ہی کے ہاتھ میں کیوں ہے دانشوران امت کیوں اس فیض کے حقدار نہیں ہوتے۔

ان دینی مدارس میں مسلم طلبہ کا صرف دو فیصد حصہ پڑھتا ہے ۹۸ فیصد طبقہ ان کے اسکولوں میں پڑھتے ہیں جہاں دن بدن علمی اور اخلاقی معیار زوال پذیر ہے وہاں عصری علوم کے ساتھ دینیات کیوں نہیں پڑھاتے؟ جس کی اجازت تعلیمی پالیسی کی دفعہ ۵۸/۴ میں اخلاقی تعلیم کے نام پر دی گئی ہے۔ اچھے کاموں سے کوئی نہیں روکتا۔ جن اسکولوں کے ذمہ داروں میں جذبہ موجود ہے وہ اپنے یہاں دینیات اور قرآن کا نظم واہتمام بھی کرلیتے ہیں۔ ایسی مثالیں چند ہی سہی بہرحال موجود ہیں۔ اگر مسلمان اپنی ضرورت کے مطابق معیار اور تعداد کے اسکول کھول لیں تو وہ ہر جگہ یہ نظم کرسکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ صبح کی شفٹ کو ظہر کی نماز پڑھا کر اور شام کی شفٹ کو عصر کی نماز پڑھا کر چھٹی دی جائے اس سے ہمیں کوئی نہیں روکتا بلکہ اکابر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ کام کرنے کے میدان بہت ہوتے ہیں۔ کرن بیدی جب دہلی میں جیلوں کی ڈی آئی جی بنائی گئیں تو انھوں نے جمعیۃ علماء ہند، جماعت اسلامی ہند اور ہندو تنظیموں سے جیل میں مکتب اور پاٹھ شالائیں کھلوائیں۔ ان کی خودنگرانی کی۔ رمضان میں مسلمانوں کے روزے اور تراویح کا اہتمام کرایا جس کے نتیجے میں بہت سے جرائم پیشہ قیدی جیلوں سے انسان بن کر نکلے اور اس کام کے لئے کرن بیدی صاحبہ کو انٹرنیشنل ایوارڈ دیا گیا۔

لوگ شاید واقف نہیں ہیں کہ دینی تعلیم نے اداروں میں دنیاوی ضرورتوں کے ادارے بھی موجود ہیں:

(۱) ندوۃ العلماء لکھنؤ جہاں انگریزی اور بعض دوسرے علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ (۲) جامعۃ الفلاح بلیریا گنج (۳) جامعۃ الاصلاح سرائے میر (۴) نصاب تعلیم یوپی بورڈ کے مدارس (۵) بہار مدرسہ بورڈ کے مدارس، اور روز بروز علمائے کرام اپنی وسعتوں کے مطابق ان میں اضافے کر رہے ہیں۔ مدرسہ گلزار حسینیہ اجڑارہ ضلع میرٹھ یوپی والوں نے اپنا ہائی اسکول قائم کرلیا ہے جہاں درس نظامی کے فارغین کو داخلہ ملتا ہے۔ سنبھل کے مدرسہ ضیاء العلوم میں بھی ہائی اسکول ہے جہاں ان کے فارغین داخلے کے مجاز ہیں۔ بہت سے اداروں نے اپنے یہاں کمپیوٹروں کی تعلیم کا آغاز بھی کردیا ہے۔

یوپی بورڈ اور بہار بورڈوں نے اپنے امتحانات کو ہائی اسکول اور سینئر سیکنڈری اسکولوں کے مماثل قرار دے دیا ہے جس کے بعد ان کے فارغین سرکاری اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں داخلے کے مجاز ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، کشمیر یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ ہمدرد، بنارس ہندو یونیورسٹیوں نے مدارس کے فارغین کو اپنے مختلف درجات میں داخلے کا مجاز قرار دے دیا ہے۔ جس کے بعد طلبہ ایم اے اور پی ایچ ڈی تک کر رہے ہیں۔ یونین پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں بیٹھ کر آئی اے ایس بھی بن گئے ہیں۔ ان مدارس کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ یہ حکومت کی دخل اندازی کو قبول نہیں کرتے اور اسی میں ہمارا دینی تحفظ ہے۔

ان حالات میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب مدارس میں عصری علوم کی ترغیب کوئی بہت اہم مسئلہ نہیں ہے تو یہ دانشوران ملت کیوں مضطرب رہتے ہیں اور حکومت وقت کیوں ان کے لئے بورڈ تشکیل کر رہی ہے وجہ صاف ہے کہ ہزاروں گریجویٹ بے کار اور بیروزگار پھر رہے ہیں وہ خود اپنی صلاحیت نہیں رکھتے کہ اپنے بل پر کوئی اور معیار حاصل کرسکیں، دوسروں کو روزگار دے سکیں۔ تعلیمی یا صنعتی ادارے قائم کرسکیں اور چلاسکیں اور مدارس کی تعداد بھی ہزاروں ہے اگر مدارس میں عصری علوم کی تدریس کا انتظام ہوجائے تو یہ سب باروزگار ہوجائیں گے۔ مدارس کا کردار خراب ہوتا ہو تو ہوتا رہے کیونکہ ان کو تو اپنے بچوں کو ان مدارس میں پڑھنے کے لئے بھیجنا نہیں ہے وہ تو اسکولوں ہی میں پڑھیں گے۔

دوسری طرف ارباب حکومت کو دراصل اس بات کی فکر ہے کہ آخر اس امت پر ابھی تک علماء ہی کا کنٹرول کیوں ہے؟ کہ جب تک علماء کا کنٹرول رہے گا حکومت کا کوئی نامناسب فیصلہ امت پر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ بی جے پی والے اپنا ایک وفد اسپین (اندلس) اس تحقیق کے لئے بھیج چکے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک ہزار سالہ حکومت کے باوجود وہاں سے مسلمان کس طرح ختم ہوگئے۔ اس میں ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ حکومت نے علمائے اسلام اور مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرادیئے تھے جس سے امت پر علماء کا کوئی کنٹرول نہیں رہا تھا۔ نتیجہ معلوم ہے دین ان کے دلوں سے غائب ہوگیا اور وہ برباد ہوگئے۔ حکومتی ظلم نے انہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ اسی پالیسی کے تحت حکومت ہمارے ان مدارس میں دخل اندازی چاہتی ہے لہٰذا وہ مختلف بہانوں سے ان کے اندر گھسنا چاہتی ہے۔ ثبوت کے طور پر یوپی اور بہار کے امدادی مدارس کا حال دیکھ لیجئے وہاں خوف خداوندی ناپید ہے۔ فرائض سے غفلت، عام سہولتوں کے مطالبات میں سب کی برابری کے خواہشمند ہیں۔ تعلیمی پسماندگی طلباء کا مقدر بن کر رہ گئی ہے۔

جہاں تک آرٹ سائڈ کے مضامین کا تعلق ہے عربی، فارسی، اردو، اسلامک اسٹڈیز میں سیکنڈری اور سینئر سیکنڈری درجات میں داخلے فارغین مدارس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں رہا ہے وہ اب ان مضامین میں پی ایچ ڈی تک کرسکتے ہیں اور بقیہ مضامین آرٹس سائڈ میں بطور پرائیویٹ امیدوار اضافی مضمون کے طور پر امتحان دے سکتے ہیں۔ پھر ان مضامین میں پی ایچ ڈی تک کرسکتے ہیں۔ مسئلہ ہے ان فارغین کے لئے سائنسی مضامین میں داخلے کا۔

حکومت اگر واقعی دیانتدار ہے تو وہ ان فارغین کے لئے جو ہائی اسکول کے مماثل امتحانات پاس کرچکے ہوں ایک سہ سالہ کورس، انگریزی، فزکس، کیمسٹری، بائیولوجی اور میتھ میٹکس کا مرتب کرائے، اسے سینئر سیکنڈری سائنس کے مماثل قرار دے دے تاکہ یہ طلبہ میڈیکل اور انجینئرنگ میں مقابلے کے امتحانات میں شریک ہوسکیں اس کے دو طریقے ہیں۔ جن مدارس کے پاس عمارتی وسعتیں ہوں وہاں یہ سہ سالہ نصاب جاری کرنے کی منظوری دے۔ لیبارٹریز قائم کرے اور اساتذہ کی تنخواہوں کا بار برداشت کرنے کے لئے سرکاری گرانٹ دے نیز اپنا کنٹرول صرف ان درجات تک ہی محدود رکھے۔ مدرسے کے معاملات میں کوئی دخل اندازی نہ کرے اور اگر مدرسہ کی وسعتیں اجازت نہ دیں تو چند بڑے شہروں میں اپنے طور پر سینئر سیکنڈری سہ سالہ کے درجات قائم کرے اور فارغین مدرسہ کو ان میں بذریعہ امتحان مقابلہ داخلہ دے اور امتحان مقررہ سرکاری بورڈ کے ذریعے کرائے تاکہ ان کی حیثیت دوسرے سینئر سیکنڈری پاس شدہ طلباء کے مقابلے میں کمتر نہ محسوس ہو۔ سردست یہ تجربہ دیوبند اور لکھنؤ میں کیا جاسکتا ہے۔ اگر کامیاب ثابت ہوگیا تو خود بخود مدارس کو ترغیب ہوجائے گی اور اس طرح ان فارغین کے لئے میڈیکل اور انجینئرنگ کے دروازے بھی کھل جائیں گے۔ طب یونانی کے دروازے تو آج بھی ان کے لئے کھلے ہیں جامعہ ہمدرد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طبیہ کالجوں میں ان کا داخلہ ہوتا ہے۔ لیکن یقین ہے کہ حکومت یہ تجویز نہیں تسلیم کرے گی کیونکہ اس کے ذریعے مدارس کو تباہ نہیں کیا جاسکے گا۔ ●●

کیا امریکہ اقتصادی سپر پاور رہے گا؟

محمد احمد کاظمی

دنیا میں سلطنتوں اور بادشاہتوں کے زوال میں کبھی طویل مدت لگتی ہے اور کبھی یہ عمل بہت تیزی سے مکمل ہوجاتا ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے سوویت یونین کے منتشر ہونے اور عراق میں صدام حسین کی حکومت کا زوال دیکھا ہے۔ ان دونوں مواقع پر مختلف وجوہ رہیں۔ ان ملکوں میں انقلابی تبدیلی کے پیچھے امریکہ کی کرم فرمائیاں رہی ہیں۔

امریکہ سے شائع ہونے والی میگزین گڈ نیوز نے اپنے حالیہ شمارے میں دو اہم مضامین شائع کئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا عنوان: ”جب قومیں زوال پذیر ہوتی ہیں“ اور دوسرے مضمون کا عنوان: ”اقتصادی عالمی قوت امریکہ الوداع“ ہے۔ تاریخ کے ماہر ارنالڈ ٹوئینبی نے اپنی کتاب ”اے اسٹڈی آف ہسٹری“ میں دنیا کی 21 تہذیبوں کے زوال کی وجوہ کا جائزہ لیا ہے۔ ان تمام بڑی سابق سلطنتوں میں عوام سے جب یہ سوال کیا گیا کہ کیا وہ خاتمے کی طرف گامزن ہیں تو ان کا جواب ہمیشہ منفی رہا ہے۔ مضمون نگار نوئل ہارنر کا کہنا ہے کہ اس وقت اگر امریکی شہریوں سے یہی سوال کیا جائے تو وہ بھی ایسا ہی جواب دیں گے۔ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ امریکی عوام اور حکومت اس حقیقت کو بروقت سمجھ لیں۔ امریکہ کو قائم ہوئے ڈھائی سو سال ہوئے ہیں جبکہ روم بارہ صدیوں تک قائم رہا۔ وہاں کی عوام اپنے مستحکم وجود پر اتنا ہی یقین کرتی تھی جتنا کہ آج امریکن کرتے ہیں۔ گڈ نیوز میگزین کے مطابق روم کے زوال سے پہلے کے حالات اور امریکہ کے موجودہ حالات میں کافی حد تک یکسانیت ہے۔

روم کے زوال کے وقت وہاں کی فوج پر خرچ بہت زیادہ کیا جا رہا ہے۔ وہائٹ ہاؤس (امریکی ایوان صدارت) کی ویب سائٹ کے مطابق 5 جنوری 2009 کو ملک 100 کھرب ڈالر کا مقروض تھا جس میں ہر سیکنڈ پر ایک لاکھ ڈالر کا اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکہ کی موجودہ حکومت کے عام بجٹ کا 30 فیصد دفاع کے لئے مختص ہے۔ موجودہ اضافہ 2001 کے بعد ہوا ہے جس کی وجہ افغانستان اور عراق میں ہوئی جنگیں ہیں۔ 2008ء کے آخر تک عراق جنگ پر 580 ارب ڈالر خرچ ہوچکا تھا جو فی امریکی شہری 1,721 ڈالر ہوتا ہے۔

امریکہ کے زوال پذیر اقتصادی نظام کا احساس عالمی سطح پر محسوس کیا جا رہا ہے۔ ستمبر 2008 میں جرمنی کے اقتصادی امور کے وزیر نے عالمی اقتصادی بحران پر رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”موجودہ بحران کی بنیادیں امریکہ میں ہیں۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ بحران کے نتیجے میں امریکہ عالمی اقتصادی سپر پاور کی حیثیت کھو دے گا۔

گزشتہ برس کے آخر میں صرف تیس روز کی مدت میں امریکہ میں غیر معمولی حالات سامنے آئے۔ اس مختصری مدت میں امریکی حکومت نے مکانوں کو قومی ادارہ کے طور پر ’گود لیا‘۔ سرمایہ کاری سے متعلق معروف بینک لیہمن برادرس کو دیوالیہ قرار دیا گیا جو کہ امریکہ کی تاریخ میں چھ سو ارب ڈالر کا بہت بڑا نقصان تھا۔ دو دیگر سرمایہ کاری بینکوں گولڈ مین سچس اور مورگن اسٹینلی نے دیوالیہ ہونے سے بچنے کے لئے کمرشیل بینک کے طور پر امریکن فیڈرل ریزرو کے تحت کام کرنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں امریکی کانگریس (پارلیمنٹ) نے اقتصادی بحران کو ملتوی کرنے کی کوشش کے تحت 700 ارب ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔ امریکہ میں آئے اقتصادی بحران کے اثرات سے بچنے کے لئے کئی یورپی ممالک نے اپنے اقتصادی نظام میں غیر معمولی کوشش کی وہیں جرمن پارلیمنٹ نے سات سو ارب ڈالر کا ایک خصوصی فنڈ قائم کیا تاکہ اپنے اقتصادی نظام کو باقی رکھا جاسکے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ امریکہ میں اقتصادی بحران کی وجہ وہاں کی پارلیمنٹ کے ذریعہ مکانات پر قرض دینے والے اداروں پر باآسانی قرض دینے کی سفارش والا قانون تھا۔

گزشتہ کئی دہائیوں سے امریکہ اور یورپ میں مکانات پر قرض بہت آسانی سے دیا جاتا رہا ہے۔ تقریباً ان سبھی ممالک میں کچھ خاص ادارے ہی اس تجارت میں تھے۔ ان میں اکثر ادارے یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کی کوشش یہ رہتی تھی کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ مقروض رکھا جائے تاکہ وہ زندگی بھر مکان پر لیا ہوا قرض ادا کرنے میں مشغول رہیں۔ ان قرضوں کی قسطیں 30 برس تک کی رکھی جاتی تھیں۔ یعنی 30 برس تک یہودی تاجر ادارے عوام سے سود کی رقم بھی حاصل کرتا تھا۔ جب بھی کوئی مکان خرید وفروخت کے مرحلے سے گزرتا تو اس کی قیمت غیر معمولی طور پر ان افسران کے ذریعہ بڑھادی جاتی تھی جو مکانوں کی قیمت کا جائزہ لینے پر مامور تھے۔ میں نے لندن میں اس تجارت سے متعلق افراد سے کئی بار گفتگو کی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مکان کے خریدار سے یہ بھی معلوم کیا جاتا تھا کہ کیا وہ اس قرض کی رقم سے گھر میں فرنیچر اور الیکٹرانک سامان وغیرہ بھی خریدنا چاہتا ہے۔ اگر اسے مزید نقد رقم کی ضرورت ہوتی تو بینک اسے باآسانی مہیا کردیتا تھا۔ مکانات اور دوسری جائدادوں کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہی بحران کا سبب بنا۔ مکانات کی قیمتیں خریدار کی کمی کی وجہ سے گرنی شروع ہوئیں اور جن لوگوں نے بڑی بڑی رقم قرض پر لے رکھی تھیں انہوں نے قرض کی قسطیں واپس دینا بند کردیں اور فرضی قیمتوں کے مطابق قرض دینے والے ادارے بحران کا شکار ہوگئے۔

امریکہ اور یورپ میں آئے اس اقتصادی بحران کا اثر دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی دیکھا جا رہا ہے۔ لیکن امریکہ میں اس کا اثر غیر معمولی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس بحران کی وجہ سے امریکہ کی پہچان اقتصادی سپر پاور کے طور پر ختم ہو رہی ہے۔ امریکہ کے ذریعہ زوال پذیر اقتصادی اداروں کو امداد دینا اقتصادی اصولوں کے خلاف ہے۔ امریکہ میں داخلی اقتصادی نظام کی کمزوری اب اس طرح سے دنیا کے سامنے آرہی ہے جس طرح سے سوویت یونین کے منتشر ہونے سے پہلے آئی تھی۔ امریکہ کی زیادہ خرچ کرنے کی پالیسی اور جنگوں پر غیر معمولی خرچ نے اس کی معیشت کو مزید تیزی سے متاثر کیا ہے۔

امریکہ کے نومنتخب صدر بارک حسین اوباما ملک کے اقتصادی بحران سے کس حد تک پریشان ہیں اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب برطانیہ کے وزیر اعظم گورڈن براؤن امریکہ کے سفر پر گئے اور وہاں ان کا امید کے مطابق گرم جوشی سے استقبال نہیں کیا گیا۔ برطانیہ کے اخبارات نے تبصرہ کرتے ہوئے اس حد تک لکھا کہ برطانیہ کے وزیر اعظم کو کسی چھوٹے افریقی ملک کے سربراہ سے زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہائٹ ہاؤس کے افسران نے یہ تسلیم کیا اور کہا کہ صدر اوباما اقتصادی بحران میں غیر معمولی طور پر الجھے ہوئے ہونے کی وجہ سے برطانیہ کے وزیر اعظم کو مناسب وقت اور اہمیت نہیں دے پائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امریکہ جس نے فلسطین میں بے گناہوں کے قاتل اسرائیل کو ہر حال میں مدد جاری رکھی، افغانستان اور عراق میں لاتعداد بے گناہوں کے قتل کا ذمہ دار ہے اور شاید اس نے پوری دنیا کو انگلی کے اشارے پر چلانے کی قسم کھا رکھی ہے وہ موجودہ بحران سے کب نکلتا ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ امریکی حکام دنیا کے دوسرے ممالک میں رہنے والوں کو بھی اپنے برابر کا انسان سمجھیں اور غیر ضروری اشتعال انگیزی سے بچیں۔ سبھی کی پرامن زندگی میں تمام ممالک کی فلاح ہے۔ ●●

حصول علم فرض ہے

محمد سیف اللہ
کوٹہ (راجستھان)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ”پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسانوں کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا“ (سورۃ العلق ۳ تا ۵)

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں“۔ (سورہ فاطر۔ ۲۸) ایک اور جگہ فرمان باری ہے: ”کیا جاننے والا اور نہ جاننے والا دونوں کبھی برابر ہوسکتے ہیں“۔ (سورۃ الزمر:۹) ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ”زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات ودن کے باری باری آنے میں ان ہوشمند لوگوں کیلئے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی ساخت پر غوروفکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں)۔ پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے“۔ (سورہ آل عمران: ۱۹۰۔۱۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے“۔ (ابن ماجہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ”روئے زمین پر اہل علم کی مثال ستاروں کی طرح ہے جن سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے“۔ (مسند احمد) اگر یہ ستارے چھپ جائیں تو راستہ پانے والوں کے بھی بھٹک جانے کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ علم نامعلوم چیز کی دریافت کا ذریعہ اور تاریکیوں میں روشنی کی کرن ثابت ہوتا ہے۔ علم وہ زبردست طاقت ہے جس کی بدولت انسان اپنی زندگی کو پھیلاتا ہے اور اپنے وجود کو وسعت دیتا ہے۔ علم کے بعد آدمی اپنی ذات کے خول میں بند نہیں رہ جاتا، نہ اپنے آس پاس کے ماحول، اپنی نسل یہاں تک کہ اس زمین کے دائرے میں محدود ہوکر رہتا ہے بلکہ ان دائروں سے آگے بڑھ کر ماضی میں بھی جھانکتا ہے، حاضر کی روشنی میں مستقبل کو سمجھنے کی بھی کوشش کرتا ہے اور کائنات کی ساری وسعتوں کے بارے میں بھی غوروفکر کرتا ہے۔

ابن عبدالبر نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ علم، وحشت میں مونس وغم خوار، اجنبی ماحول میں ساتھی، تنہائی کا دوست، خوشحالی وتنگدستی میں رہنما اور دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے۔ اس سے حلال وحرام کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔ وہی عمل کا رہنما ہوتا ہے اور عمل اس کے تابع فرمان علم، انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک عجیب وغریب عطیہ ہے۔ یہ تخلیق کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی ہے۔ ”علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اس حدیث میں فرض کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ انسان کو اسے ادا کرنا ضروری ہے اس کے راستے میں کسی طرح کی کوئی رکاوٹ اور مشغولیت نہیں ہونی چاہئے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ ایسی ذمہ داری ہے جو انسان اپنے رب کے لئے پوری کرتا ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے بندہ اپنے رب سے تقرب حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ جب بھی وہ یہ قرض ادا کرتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کر رہا ہے اور اسی احساس کے ساتھ اس عمل کے ساتھ اس کا تعلق اور یقین بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی محبت اور اس کی عنایت پر شکر ورضامندی کا جذبہ پروان چڑھتا رہتا ہے۔ مسلمانوں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ ان کے شعور واحساس میں دنیائے آخرت سے الگ تھلگ کوئی چیز ہے یا یہ کہ دین زندگی سے الگ کوئی چیز ہے۔ اسی شعور واحساس کے ساتھ وہ زندگی کے تمام معاملات کو دیکھا کرتے تھے۔ اسی ہمہ گیر جذبے سے وہ علم بھی حاصل کیا کرتے تھے کیونکہ یہ ایک ایسا مرض ہے جو زمین کا رشتہ آسمان سے استوار کرتا ہے اور عمل کو عقیدے سے جوڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پہچان پیدا کرتا ہے۔ اسی ہمہ گیر جذبے سے وہ علم حاصل کیا کرتے تھے۔

مسلمانوں کے علم کی خصوصیات اخلاص، سچائی کے علاوہ اور بھی تھیں۔ ان کی چھاپ اسلامی زندگی پر تقریباً ایک ہزار برس تک رہی۔ ان میں پہلی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا علم دلوں کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا تھا، ہدایت الٰہی سے دور نہیں کرتا تھا۔ علم عقیدے کے زیر سایہ پروان چڑھتا رہا اور زبردست علمی اکتشافات تک پہنچتا رہا۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ علم اللہ تعالیٰ کا عائد کردہ فرض تھا اور نماز، روزہ وزکوٰۃ ہی کی طرح ادا کیا جارہا تھا۔ مسلمانوں کے علم کی دوسری امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ علم کو کبھی برائی یا ایذا رسانی کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ”علم سیکھو کیونکہ علم کا سیکھنا خشیت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس کی جستجو عبادت، اس پر غور وتبادلۂ خیال تسبیح، اس کی تلاش کی کوشش کرنا جہاد ہے، نہ جاننے والے کو اس کا سکھانا صدقہ اور جو اس کے لائق ہیں ان کے لئے علم کو کام میں لانا اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ (ابن عبدالبر)

یورپ نے جب اسپین میں مسلمانوں سے علوم ومعارف اور طرز تعلیم سیکھا تو اس کا ایک ہی پہلو سیکھا یعنی علم کے حصول کے لئے سنجیدگی، سخت محنت اور صبر واستقلال لیکن دوسرا پہلو یعنی دین وعقیدہ سیکھنے سے پرہیز کیا۔ خود مسلمان جب فتنوں اور دنیا کی لذتوں میں پھنس کر راستے سے بھٹک گئے تو علم کی مشعل ان کے ہاتھوں سے نکل کر اہل یورپ کے ہاتھوں میں چلی گئی، پھر انھوں نے اس کو اتنا پروان چڑھایا کہ ایٹم بم کو توڑنے اور ایٹم بم کو بنانے تک جا پہنچے۔ اب جو علم انسانی فلاح وبہبود کے فروغ کا ذریعہ تھا اسے انسانیت کی تباہی وبربادی کا ذریعہ بنالیا گیا اور یہ سب اس لئے ہوا کہ اب علم ”فرض“ نہیں رہ گیا بلکہ ہوس پرستی کا ذریعہ بن گیا۔

آج دنیا بھر کو عام طور پر اور مسلمانوں کو خاص طور پر اس کی شدید ضرورت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت پر غور کریں اور اسے اپنے دلوں کی گہرائیوں میں جاگزیں کرلیں۔ اس وقت ضرورت ہے کہ علم کا تقدس واحترام بحال کیا جائے اور اسے اس کے شایان شان مقام دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تلقین کے مطابق کہ ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے“۔ ہم پوری سنجیدگی واحترام اور تندہی وخلوص کے ساتھ علم کے حصول میں لگ جائیں اور علم کا اصل مقصد پورا کریں۔ ●●

دعوت

۷؍اپریل ۲۰۰۹ء

امریکی صدر کا خواب

اس کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی بے چینی، آپسی جھگڑے، کشمکش اور مسلح تصادم کو ختم کرنے اور اس کو امن کا گہوارہ بنانے کا ایک خواب اب موجودہ امریکی صدر بارک اوباما نے بھی دیکھا ہے۔ وہ بدامنی کے تمام اہم اسباب اور سب سے بڑے اور اہم سبب جوہری اسلحہ کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انسانیت کو تباہی کے راستے پر ڈالنے والی تمام چیزوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہئے اور وہ اس کا نہ صرف ارادہ رکھتے ہیں بلکہ عالمی برادری پر بھی اس کے لئے زور ڈالیں گے کہ وہ بھی اس سلسلے میں مؤثر قدم اٹھائے تاکہ عالم انسانیت کو اس خوف و دہشت کی حالت سے نکالا جاسکے جس میں وہ پچھلے ساٹھ ستر برس سے جی رہے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ ایٹمی اسلحہ انسانی تباہی اور ہلاکت کے موجب ہیں۔ امریکی صدر کی حیثیت سے اپنے پہلے یورپی دورے پر ان خیالات کا اظہار انھوں نے فرانسیسی شہر اسٹراسبرگ پہنچنے پر کیا۔ واضح رہے کہ وہ لندن کے بعد یہاں پہنچے تھے جہاں انھوں نے جی ۲۰ کے سربراہ اجلاس میں امریکی صدر کی حیثیت سے پہلی مرتبہ شرکت کی تھی۔ جی ۲۰ کا یہ سربراہ اجلاس عالمی مالی بحران پر قابو پانے کے لئے نئی حکمت عملی تیار کرنے کی غرض سے طلب کیا گیا تھا۔ اب وہ معاہدۂ شمالی اوقیانوس (ناٹو) کے ایک اہم اجلاس میں شریک ہوں گے جو اس کے ساٹھ برس مکمل ہونے پر بالکل نئے عالمی حالات کے درمیان ہو رہا ہے۔ یورپ میں ان کو ایک نئی امید کے طور پر دیکھا جارہا ہے اور یورپ نے ان سے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں ان کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ صدر بش کے زمانے میں یورپ اور امریکہ کے تعلقات میں اتار چڑھاؤ آتے رہے ہیں۔ کبھی بدمزگی بھی پیدا ہوگئی ہے لیکن صدر اوباما کے آنے سے صورتحال میں کافی تبدیلی آئی ہے اور یہ امید کی جارہی ہے کہ ان کے آنے سے حالات بہتر ہوں گے۔

صدر اوباما نے اپنے خطاب میں کہا کہ سرد جنگ کا عہد ختم ہوچکا ہے لیکن جوہری اسلحہ کا انبار نہ صرف موجود ہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے اور توسیع بھی جاری ہے۔ جوہری اسلحہ اور سازوسامان کی چوریاں بھی ہو رہی ہیں اور اس کی ناجائز تجارت کا سلسلہ بھی ختم نہیں ہو رہا ہے۔ اس پھیلاؤ نے اس سیارے کو زبردست خطرات سے دوچار کر دیا ہے اور حالت یہ ہوگئی ہے کہ کرۂ ارض کے کسی بھی شہر کو چشم زدن میں تباہ و برباد کیا جاسکتا ہے اور اس طرح کہ اس کے وجود کا نام و نشان بھی کہیں نہ رہ پائے۔ گویا انہیں اس کا احساس ہے کہ تباہی و بربادی اور عمومی ہلاکت کے موجب سازوسامان کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ یہ امن عالم کے لئے ضروری ہے۔ مگر یہ کام کسی ایک کے کرنے سے نہیں ہوسکتا اس کے لئے اجتماعی کوشش کی ضرورت ہے اور پہل ان لوگوں کو کرنی چاہئے جن کے پاس اس طرح کا سازوسامان موجود ہے اور اس کے انبار میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس لئے انھوں نے یہ کہا کہ اس خطرے کو اس وقت تک کم نہیں کیا جاسکتا نہ اس کا تصور کیا جاسکتا ہے جب تک کہ وہ ممالک اس سلسلے میں ٹھوس قدم نہیں اٹھاتے جن کے پاس یہ اسلحہ موجود ہے۔ امریکہ اور روس کا نام اس سلسلے میں لیا جاسکتا ہے۔ اس لئے انھوں نے بھی یہ کہا کہ امریکہ اور روس دونوں کو چاہئے کہ اس سلسلے میں ٹھوس قدم اٹھائیں۔ واضح رہے کہ امریکہ اور روس کے درمیان اس کے لئے معاہدے بھی ہوئے ہیں اور دونوں ممالک نے اس کا فیصلہ کیا ہے کہ دونوں اسلحہ کے ذخائر کو نہ صرف کم کریں گے بلکہ خطرناک ہتھیار کو تلف کرنے کے لئے بھی ٹھوس قدم اٹھائیں گے۔ دنیا کو اسلحہ سے پاک کرنے کی باتیں تو بہت کی جاتی رہی ہیں اور عالمی ادارے نے اس کے لئے علیحدہ سے ایک شعبہ بھی قائم کر رکھا ہے لیکن اس کی تمام کوششیں رائیگاں ہی گئی ہیں کیونکہ جن کے پاس اسلحہ موجود ہے وہ اس معاملے میں نیک نیت واقع نہیں ہوئے ہیں۔

اقلیتوں کے ووٹ کے لئے طرز عمل و پالیسی میں تبدیلی ضروری

بی جے پی کے انتخابی منشور سے یہی لگ رہا ہے کہ اسے مسلم ووٹ چاہئے لیکن مسلمان اس سے خیر کی توقع نہ کریں

دیگر سیاسی جماعتوں کی طرح بی جے پی نے بھی لوک سبھا انتخابات کے لئے اپنا انتخابی منشور جاری کردیا جس میں حسب سابق رام مندر کی تعمیر، رام سیتو کا تحفظ، سیتو سمدرم پروجیکٹ کے متبادل کی تلاش، انسداد دہشت گردی کے لئے ٹاڈا اور پوٹا کی طرح قانون اور جموں وکشمیر سے متعلق آئین کی دفعہ ۳۷۰ کی تنسیخ ہی کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے یعنی ہندتو کی راہ پر ہی پارٹی چلے گی۔ البتہ سماج کے ہر طبقے کو خوش کرنے کے لئے کچھ سبز باغ دکھائے گئے ہیں۔ مثلاً غریبوں کو دو روپے کلو گیہوں اور چاول فراہم کرنے، فوجیوں کو بغیر ٹیکس اجرت اور ایک رینک، ایک پنشن، کسانوں کے لئے زرعی لون کی معافی، نئے قرض کی فراہمی، نوجوانوں کو روزگار کے لئے قرض کی فراہمی کے وعدے کئے گئے ہیں۔ اقلیتوں کو کچھ خاص دینے کا وعدہ تو نہیں کیا گیا۔ صرف یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ اقلیتیں یا تو پارٹی کے بارے میں غلط فہمی کے شکار ہیں یا دوسری پارٹیاں انہیں بہکاتی رہتی ہیں۔ ان کے لئے صرف مساوات کا نعرہ دیا گیا ہے۔ بی جے پی کے منشور کو پڑھ کر یہی سمجھا جائے گا کہ اسے مسلمانوں کا ووٹ تو چاہئے لیکن مسلمان اس سے خیر کی توقع نہ کریں۔

بی جے پی کے انتخابی منشور سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ اسے مسلم مخالف متنازعہ ایشوز سے پرہیز بھی نہیں اور مسلم ووٹ بھی چاہئے۔ بی جے پی کے صدر راج ناتھ سنگھ کا کہنا ہے کہ ہم اقلیتوں کو خوفزدہ کرکے نہیں بلکہ اعتماد اور محبت کی طاقت پر ان کی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اعتماد اور محبت کیسی ہوگی اس کی وضاحت انھوں نے نہیں کی۔ اسی طرح انھوں نے یہ بھی کہا کہ تمام سیاسی جماعتیں اقلیتوں خاص طور پر مسلمانوں کو اپنا ووٹ بینک سمجھتی ہیں مگر ہم انہیں انسان مان کر سلوک کرتے ہیں۔ اس کی بھی کوئی مثال دے کر وضاحت نہیں کی۔ جہاں تک انتخابی منشور کا تعلق ہے تو اس میں حیرت انگیز طور پر سچر کمیٹی کی رپورٹ کو مستند قرار دیا گیا ہے جبکہ سچر کمیٹی کی تشکیل کے وقت بی جے پی نے اسے اقلیت نوازی سے تعبیر کرکے مسترد کردیا تھا۔ اسی طرح جب موجودہ مرکزی حکومت نے اس کی سفارشات لاگو کرنے کا وعدہ کرنا شروع کیا تو اس وقت بھی پارٹی نے ایک طرح سے مخالفانہ طرز عمل اختیار کیا۔ اب بھی انتخابی منشور میں سچر کمیٹی کی رپورٹ کو آنکھ کھولنے والی رپورٹ تو قرار دے دیا گیا، پارٹی کی طرف سے وزارت عظمیٰ کے امیدوار ایل کے آڈوانی نے سیاست کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ کانگریس نے ہی اس کے ذریعے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس صورتحال کے لئے کون ذمہ دار ہے۔ جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ جب وہ اس رپورٹ کو مستند مانتے ہیں تو کیا ان کی پارٹی سچر کمیٹی کی رپورٹ نافذ کرے گی تو یہ کہہ کر اس سوال کو ٹال دیا کہ یہ دیکھنا پارٹی کا کام ہے کہ ملک کے ہر شہری کو انصاف ملے اور کسی کے ساتھ کوئی تفریق نہ کی جائے۔ اسی طرح وقف املاک سے غیر قانونی قبضے کے خاتمے سے متعلق انتخابی منشور میں صرف اتنا ہی کہا گیا ہے کہ راجیہ سبھا کے ڈپٹی چیئرمین کے رحمٰن خاں کی صدارت والی مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات کا جائزہ لیا جائے گا اور اگر پارٹی اقتدار میں آئی تو اس مسئلے پر مسلم رہنماؤں سے بھی صلاح ومشورے کرے گی۔ غرضیکہ پارٹی نے انتخابی منشور میں برائے نام ہی اقلیتوں پر توجہ دی ہے، کچھ کرنے کا وعدہ بھی نہیں کیا صرف مسلم ایشوز پر اپنی رائے رکھ کر آگے بڑھ گئی ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ پارٹی مذہب کی سیاست نہیں کرتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پارٹی صرف مذہب کی سیاست ہی کرتی ہے اور اکثریت نوازی کی پالیسی پر چلتی ہے۔ جن متنازعہ ایشوز کو پارٹی اپنے ایجنڈے میں مرکزی حیثیت دیتی ہے وہ مذہب یا فرقہ پرستی کی سیاست کا واضح اور سب سے بڑا ثبوت ہے۔ دراصل پارٹی اقلیتوں کا برائے نام تذکرہ اس لئے کرتی ہے کہ وہ ملک کی تقریباً ایک چوتھائی آبادی کو بالکل ہی نظرانداز کرکے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ضمناً ہی سہی وہ اقلیتوں کے ووٹ کے حصول کے لئے کچھ نہ کچھ دکھاوا ضرور کرتی ہے، کچھ کرنے کا وعدہ نہیں کرتی ہے اس لئے اس سے بازپرس بھی نہیں کی جاتی ہے جبکہ دیگر پارٹیاں وعدے کرکے ان کی تکمیل نہیں کرتی ہیں اس لئے ان پر وعدہ خلافی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس طرح کی گول مول باتوں سے مسلمان پارٹی پر اعتماد کرکے اسے ووٹ دے دیں گے۔ اس کا جواب ہر کوئی نفی میں ہی دے گا۔ جو پارٹی خود اقلیتوں کو اہمیت نہیں دیتی ہے بلکہ جس نے ان کی مخالفت و دلآزاری کو ہی اپنی پہچان بنالیا ہے۔ اقلیتیں اس کو کیوں ووٹ دیں گی۔ پارٹی کو اگر اقلیتوں کا ووٹ چاہئے تو اسے اپنے طرز عمل اور پالیسی میں ایسی تبدیلی کرنی ہوگی جو اقلیتوں کے لئے قابل قبول ہو۔ ورنہ جس طرح بی جے پی اقلیتوں کا برائے نام تذکرہ کرکے آگے بڑھ جاتی ہے اور انہیں جانی، مالی، تعلیمی، معاشی اور سیاسی وسماجی طور پر نقصان پہنچا کر سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اقلیتیں بھی ایسی پارٹی پر برائے نام توجہ دے کر آگے بڑھ جائیں گی اور الیکشن میں پارٹی کو نقصان پہنچے گا۔ اقلیتوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے اپنے طرز عمل، پالیسی اور سوچ ونظریہ کو ان کے لئے قابل قبول بنانا ہوگا ورنہ دوری برقرار رہے گی۔ ●●

”موجودہ سیاسی کشمکش اور مسلمان“

ڈاکٹر محمد سمیع الزماں، حیدرآباد

گزشتہ الیکشن سے موجودہ الیکشن کا تقابل کیا جائے تو حالات بڑی حد تک بدل گئے ہیں، اس وقت مسلمانوں کا ون پوائنٹ ایجنڈا یہ تھا کہ کسی بھی طرح فسطائی طاقتوں کو اقتدار میں آنے سے روکا جائے اور اس وقت میدان میں فسطائی طاقتوں کو شکست دینے کی صلاحیت کانگریس میں نظر آرہی تھی لہٰذا مسلمانوں نے ملک گیر سطح پر کانگریس کے حق میں تحریک چلائی اور متحدہ طور پر ووٹ کی طاقت سے اسے اقتدار میں لانے میں اہم رول ادا کیا۔

مسلمانوں کو اپنے ون پوائنٹ ایجنڈا میں بڑی حد تک کامیابی ملی، لیکن گزشتہ پانچ سال کا تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ کانگریس کی قیادت میں قائم ہوئی حکومت میں مسلمانوں کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا، بلکہ اکثر معاملات میں یہ مسلمانوں کے حق میں ناکارہ بلکہ نقصاندہ ثابت ہوئی۔ ملکی سطح پر یہ وعدوں اور پروگراموں سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اشک شوئی کے چند مظاہروں کے علاوہ اس نے کوئی ٹھوس کام مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے نہیں کیا الٹا مسلم نوجوانوں کو جھوٹے الزامات میں پھانس کر تعذیب کا نشانہ بنانا اور ان کے مستقبل کو تاریک کرنا، ایسے ایشوز ہیں جنہیں مسلمان کبھی معاف نہیں کرسکتے۔ خارجہ پالیسی کے ضمن میں اس حکومت کا قلابازیاں کھانا اور امریکہ کی گود میں جابیٹھنا، صہیونی طاقتوں سے معاملات طے کرنا اور مسلمان دشمن تحریکوں کا حصہ بننا، ایسی چیزیں ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ کھلی دشمنی کے ہم معنی ہیں۔

آج مسلمان ایک جانب فسطائی طاقتوں سے خوفزدہ، کانگریس سے مایوس، بائیں بازو کی جماعتوں سے شاکی، ایک ایسے چوراہے پر کھڑے ہیں، جہاں آگے کا راستہ واضح نہیں ہے۔ ان حالات میں انہیں بہت ہوشیاری، دور اندیشی اور اتحاد کے ساتھ اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کے سامنے اس وقت دو راستے نظر آرہے ہیں، جو ان کے مسائل کے حل، ملی تشخص کی بقا اور ناانصافیوں اور ظلم سے بچنے کے لئے ناگزیر ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ایسی پارٹیوں اور افراد پر بھروسہ کریں جو فسطائی اور مسلمان دشمن طاقتوں کے خلاف ہوں اور انہیں شکست دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، دوسرا یہ کہ وہ خود سیاسی میدان میں قدم رکھیں اور اپنے بل بوتے پر حالات کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کا راستہ روکیں۔

یہ دونوں راستے بھی خطرات سے بھرے ہیں، ماضی کے تجربات یہ بتاتے ہیں کہ دوسروں پر بھروسہ کرنے اور انہیں اقتدار میں لانے کی جدوجہد کرنے کے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوئے چاہے وہ غیر کانگریس غیر بی جے پی علاقائی جماعتیں ہوں یا قومی سطح کی کانگریس۔

اقتدار میں آنے کے بعد اکثر پارٹیوں نے انہیں یا تو بھلا دیا یا کھلونے دے کر بہلایا۔ اعلانات اور وعدوں سے آگے بڑھ کر کمیٹیوں کے قیام اور سروے ورک پر کافی کچھ کیا گیا مگر عملی میدان میں چند ظاہری اقدامات کے سوا کوئی ٹھوس کام ان کی فلاح وبہبود اور ترقی کیلئے نہیں کیا گیا۔ حالانکہ مسلمانوں نے اپنی حد تک کئی پیش بندیاں کیں، پارٹیوں اور ان کے ذمہ داروں سے وعدے لئے، ”اچھی پارٹیوں“ اور ”بھروسے مند“ امیدواروں کو منتخب کرنے کے لئے مہمیں چلائیں، اپنے پیسے اور اپنی محنت سے دوسروں کے لئے کام کیا، پھر کامیابی پانے والی پارٹیوں اور امیدواروں سے رابطے میں رہے۔ انہیں یاددہانی کراتے رہے، مگر نتیجہ کوئی خاطر خواہ نہیں نکل پایا، چھوٹی موٹی امدادی کارروائیوں کے علاوہ کوئی خاص کام نہیں ہوا، بلکہ گراس روٹ لیول پر وہ فضا بھی بدل نہ سکی جس کا رونا مسلمان آزادی کے بعد سے روتے چلے آرہے ہیں۔ آج بھی انہیں شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے بلکہ صہیونی اور امریکی دوستی کے بعد اس فضا کو مزید مہمیز ملی ہے، آزادی کی تحریک میں شانہ بہ شانہ بلکہ ہراول دستے کے طور پر کام کرنے والے مسلمانوں کو عملی طور پر آج بھی دوسرے درجے کے شہری کا مقام حاصل ہے۔

لہٰذا پہلا راستہ یعنی دوسروں پر بھروسہ کرکے ان کے حق میں تحریکیں چلانا، مسلمانوں کے لئے زیادہ فائدہ مند نظر نہیں آرہا ہے۔ اب رہا دوسرا راستہ یعنی خود اپنے بل بوتے پر میدان سیاست میں قدم رکھنا اور ملک کی فضا کو بدلنے کی کوشش کرنا۔ مگر یہ راستہ بھی خطروں سے خالی نہیں بلکہ پہلے راستے سے نسبتاً زیادہ پرخطر ہے، ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کا اپنی کوئی پارٹی قائم کرنا مخالفتوں کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ اسے پہلے ہی مرحلے میں ایک اور پاکستان کے قیام کا پیش خیمہ قرار دیا جائے گا اور مسلمانوں کے اپنے مفادات کی دہائی مسلمان دشمن طاقتوں کو مزید مشتعل کردے گی اور انہیں اپنی مخالفانہ سرگرمیوں کے لئے ایک اور ہتھیار مل جائے گا۔ ان حالات میں اگر مسلمان دوسرے راستے ہی کو اختیار کرنا چاہیں تو انہیں نہایت ہوشیاری، تحمل اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے قدم بڑھانے ہوں گے۔ انہیں شروع ہی سے اس بات کو نہایت واضح انداز میں بتادینا پڑے گا کہ وہ صرف مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں نہیں آئے ہیں بلکہ ان کا مطمح نظر ملک اور سارے باشندگان ملک کی بھلائی ہے۔ وہ ملک کی بگڑتی صورتحال سے فکرمند ہوکر اپنا رول پلے کرنے کے لئے میدان عمل میں آئے ہیں۔

یہ باتیں صرف بتانے کی حد تک محدود نہ ہوں بلکہ عملاً ایسا ہی ہو، مسلمانوں کی پارٹی میں ایسے غیر جانبدار غیر مسلم افراد بھی ہوں، جو پارٹی کے اصولوں، پالیسی اور پروگراموں کو دل سے پسند کرنے والے ہوں اور ان پر عمل آوری میں مخلص ہوں۔

جہاں تک ایسی پارٹی کی عوام کی جانب سے قبولیت کا سوال ہے۔ اس بارے میں مایوسی کی ضرورت نہیں ہے۔

ہندوستانی عوام موجودہ سیاسی نیتاؤں سے اکتا چکے ہیں۔ دھوکہ دھڑی، کرپشن اور مجرمانہ پس منظر رکھنے والے افراد کی بھرمار سے لت پت سیاست اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ اس میں بدلاؤ آئے۔ لوگ تبدیلی چاہتے ہیں اور نئے افراد کو موقع دینے کے موڈ میں ہیں۔ جب یونائیٹڈ اسٹیٹس میں ایک سیاہ فام شخص کو بدلاؤ کے نام پر موقع دیا جاسکتا ہے تو ہندوستان میں اصولی اور کرپشن سے پاک سیاست کو کیوں موقع نہیں مل سکتا۔ اگر موقع جلد نہ بھی ملے تو کم ازکم اقتدار پر مبنی سیاست کا نام لے کر شکست کھانا بھی مسلمانوں کے لئے لانگ رن میں امکانات کی دنیا کے دروازے کھول دینے کے مترادف ہوگا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ مسلمانوں کی پارٹی موجودہ بے ایمان اور کرپٹ پارٹیوں کی فہرست میں ایک اضافہ نہ ہو، بلکہ واقعی وہ آج کے دم گھٹا دینے والے ماحول میں ہوا کا ایک تازہ جھونکا ہو۔

سخت احتیاط، مخلص افراد اور خوب سے خوب تر پروگرام کے بغیر مسلمانوں کی پارٹی قائم بھی ہوجائے یا کچھ دور چل کر راہ بھٹک جائے تو اس کا انجام موجودہ حالات سے بدتر ہوگا اور پھر ایک لمبے عرصے تک کوئی سرد تجربہ بھی ناممکن ہوگا۔

جب تک مسلمانوں کی کوئی ایسی پارٹی تشکیل نہ ہو یا جن مقامات پر ابھی قائم نہ ہوسکی ہو، وہاں کے مسلمان کس کو ووٹ دیں اور کیا حکمت عملی اختیار کریں یہ بڑا اہم سوال ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ایسے فرد کو ووٹ دیں یا ایسی پارٹی کا ساتھ دیں جو اپنے حلقۂ انتخاب میں مسلم دوست نہ سہی، مسلم دشمن تو نہ ہو، بحیثیت مجموعی وہ ایک بھلا آدمی ہو، پارٹی ایسی ہو جس کا ماضی مسلم دشمنی سے پاک ہو اور جس سے مستقبل میں بھلائی کی امید ہو، لیکن سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ مضبوط ہو یعنی اسلام اور مسلمان دشمن امیدوار اور پارٹی کو شکست دینے کے موقف میں ہو۔ صاف الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسی بھی مقام پر مسلمانوں کے ووٹ تقسیم نہ ہونے پائیں۔ اس کے لئے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کے ساتھ، سوجھ بوجھ اور مشوروں کے ساتھ یک جٹ ہوکر ووٹ دینا ہوگا اور اپنی پسند و ناپسند پر ملت کے مفاد کو ترجیح دینی ہوگی۔ اس کام کے لئے افراد کو، دینی وسماجی تنظیموں کو اور کسی بھی حیثیت میں ملت کی بہبود کا کام کرنے والے اداروں کو میدان عمل میں آنے کی ضرورت ہے۔ انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کوئی سیاسی کام نہیں ہے بلکہ دین وملت کے تحفظ اور بقا کی جدوجہد کا سوال ہے۔ اس طرح کے موقعوں پر لاپروائی مجرمانہ غفلت قرار پائے گی اور یہ اسلام اور مسلمان دشمن طاقتوں کے ہاتھ مضبوط کرنے یا کم ازکم ان کے لئے میدان چھوڑنے کے مماثل ہوگا۔ ●●

اسلامی مالیاتی نظام ایک متبادل نظام بن سکتا ہے

ہولی سی۔ ویٹی کن کا کہنا ہے کہ مغربی بینکوں کو موجودہ عالمی معاشی بحران پر قابو پانے کے لئے اسلامی معاشی اصولوں کو اپنانا چاہئے۔ ورلڈ بولیٹن ڈاٹ نیٹ کے مطابق ویٹی کن کے روزنامہ ایل اوزرروبٹو رومانو نے کہا ہے کہ بینکوں کو عالمی معاشی بحران کے وقت اپنے صارفین کے اعتماد کی بحالی کے لئے اسلامی معاشیات کے اخلاقی اصولوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اخلاقی اصول جو اسلامی معاشیات کی بنیاد ہیں بینکوں کو ان کے صارفین اور اس حقیقی روح سے قریب کرسکتے ہیں جو کسی بھی معاشی خدمت کی بنیاد ہے۔ ویٹی کن نے ان خیالات کا اظہار اپنے روزنامہ میں شائع ایک مضمون میں کیا ہے۔ مضمون نگار لوریٹا نپولیونی اور کلاوڈیا سگر نے لکھا ہے کہ مغربی بینک اپنے یہاں اسلامک بونڈز وغیرہ کو اپنا سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ اس صورت میں حاصل شدہ منافع سود کا بدل بن سکتا ہے۔

مضمون نگار کا کہنا ہے کہ ان بونڈز کو کار کی صنعت یا لندن میں منعقد ہونے والے اگلے اولمپک کھیلوں کے لئے فنڈ کی فراہمی میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس سے انفراسٹرکچر سیکٹر کو بھی تقویت پہنچائی جاسکتی ہے اور یہ سرمایہ دارانہ نظام میں بونس کی طرح ہے۔ پوپ بینڈکٹ شانزدہم نے بھی موجودہ سرمایہ دارانہ نظام پر تنقید کرتے ہوئے الٰہی تعلیمات کی طرف لوٹنے کی بات کہی ہے اور ان دنوں ویٹی کن کے ترجمان میں عالمی مالیاتی بحران پر بحث ومباحثہ جاری ہے، جن میں شائع ہونے والے مضامین میں فری مارکیٹ کے نظریے پر تنقید کی جارہی ہے۔ اس کے ایڈیٹر کا کہنا ہے کہ دنیا کے تمام بڑے مذاہب نے انسان کی معاشی جدوجہد کو اہمیت دی ہے۔

دعوت

”جائزہ“ کا آئندہ موضوع

”نیا تعلیمی سال اور طلباء کی رہنمائی“

ہر نیا تعلیمی سال اپنے ساتھ طلبہ کے لئے کچھ نئے چیلنج لے کر آتا ہے۔ یونیورسٹیوں میں نئے کورسیز کی شمولیت اور داخلے کے اعلانات کی بروقت معلومات نہ ہونے کے سبب ہر سال ہزاروں طلبہ اچھے کورسیز میں داخلے سے محروم رہ جاتے ہیں جس سے ان کا کیریئر متاثر ہوتا ہے۔ اس کا نقصان شہروں کے مقابلے دیہی علاقوں میں رہنے والے طلبہ کو زیادہ اٹھانا پڑتا ہے۔ طلبہ کی تعلیمی رہنمائی کے پیش نظر ہم **جائزے** کے اس شمارے میں ملک کے معروف ماہرین تعلیم، کیریئر صلاح کار اور سماجی تنظیموں کے ذمہ داران سے یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ طلبہ کب؟ کیسے؟ اور کس طرح بہتر مستقبل کی ضامن معیاری تعلیم کے حصول کی کوشش کریں۔

تاریخ اشاعت ۱۶؍اپریل ۲۰۰۹ء

فکر معاصر

موقع پرستی اور انتخابات

شروع شروع میں سبھی سیاسی جماعتوں نے کچھ ایسا تاثر دیا تھا کہ اب کی بار پارلیمانی انتخابات کے موقع پر فرقہ پرستی سے گریز کرتے ہوئے قومی مسائل اٹھائے جائیں گے اس لئے کسی قسم کی پریشانی یا گھبراہٹ کا کسی نے اندیشہ بھی نہیں محسوس کیا تھا مگر اب ثابت ہو رہا ہے کہ ملک میں بعض سیاسی جماعتیں ایسی ہیں جن کے پاس اپنی کامیابیاں گنانے کے لئے کچھ نہیں ہے وہ محض فرقہ واریت کے سہارے جیتتی ہیں اس لئے ان کو تو بہرحال فرقہ وارانہ منافرت پیدا کر کے ہی انتخابات میں کامیابی حاصل کرنا ہے۔

فرقہ واریت ان کا محبوب موضوع ہے جن کو کبھی کچھ نہیں کرنا ہوتا ان کے پیش نظر ملک اور قوم نہیں بلکہ اپنے ذاتی فوائد ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دو لوگ لڑیں گے تو دونوں ہی کو نوچنے کھسوٹنے کا موقع ملے گا اسی لئے وہ جب ہر طرف سے ناکام ہو جاتے ہیں تب کوئی نہ کوئی ایسا شوشہ چھوڑ دیتے ہیں جس سے فساد ہو جاتا ہے لوگ بٹ جاتے ہیں۔ ایسے میں ہندو ہندو ہوتے ہیں اور مسلمان مسلمان، دونوں کے درمیان سے انسانیت رخصت ہو جاتی ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے شروع شروع میں کہا تھا کہ وہ ملک کی ترقی اور بڑھتی بدعنوانیوں کو ہی اُجاگر کر کے دوسری پارٹیوں کا مقابلہ کرے گی لیکن اسے احساس ہو گیا کہ اس کے پاس ملک کی ترقی میں کوئی تعاون دینے والی کوشش کی روداد نہیں ہے۔ اس نے ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے تو کچھ کیا ہی نہیں پھر کیا بتائے اس لئے پھر فرقہ واریت کا سہارا لینا ضروری سمجھا۔ پیلی بھیت سے نوجوان امیدوار ورون گاندھی کو بڑے جوش و خروش سے سب کے سامنے پیش کیا گیا وہ سمجھ گئے کہ پارٹی کا کیا مقصد ہے اس لئے انہوں نے بڑی جوشیلی اور زہریلی تقریر کر کے فرقہ وارانہ نفرت پیدا کرنے کا کام شروع کر دیا۔ ان کی تقریر سے لوگ بدمزہ ہو گئے اور خود بھارتیہ جنتا پارٹی کے مسلمان رہنما بھی اپنی خفگی چھپانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے پارٹی کو سخت تشویش ہوئی اور یقین ہو گیا کہ اس طرح تو نقصان ہی ہوگا اسی لئے پارٹی نے صفائی پیش کی مگر بات نہیں بنی اور ورون گاندھی پھنستے ہی چلے گئے تو بتایا گیا کہ ان کی تقریر کی جو سی ڈی بنائی گئی اور جس کو الیکشن کمیشن کو بھیجا گیا اور جس کو تمام ٹی وی چینلوں نے سنایا وہ درست نہیں تھی اس میں چھیڑ چھاڑ کی گئی۔

ورون گاندھی نے تو یہاں تک کہا کہ صورت میری ہے مگر آواز میری نہیں ہے مجھے جو کچھ کہتے دکھایا اور سنایا گیا وہ میں نے نہیں کہا ہے۔ الیکشن کمیشن نے واضح طور سے کہا کہ سی ڈی بالکل درست ہے اس سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی گئی ہے ورون نے جو کچھ کہا وہ قابل گرفت ہے اس لئے ان کے خلاف ایف آئی آر ہونا چاہئے اور باقاعدہ قانونی کارروائی کی جائے۔ ورون گاندھی نے پیشگی ضمانت حاصل کرنا چاہی مگر نہیں ملی ایسے میں ان کے سامنے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا وہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کریں ورنہ انہیں کہیں بھی کسی بھی وقت کسی بھی حالت میں گرفتار ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے اور بڑی ذہنی کوفت رہتی ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی اور خصوصاً اس کے صدر راج ناتھ سنگھ کھل کر حمایت میں سامنے آ چکے تھے۔ اس لئے سیاسی فائدے حاصل کرنے کے لئے طے کیا گیا کہ ورون خود کو گرفتاری کے لئے پیش کریں۔ اس طرح ایک بڑے سیاسی ڈرامے کی پوری تیاری کر لی گئی۔

(روزنامہ ''آگ''، لکھنؤ)

پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

ظفر عاقل دارالعلوم صفۃ نظام آباد

آخرت کی کٹھن منزل سے لاپروائی ایک بڑے گھاٹے کا سودا ہے۔ آج کی مادی دنیا کی مفاد پرستی کا چلن ہماری سوچ و فکر کے دھاروں کو آنے والے کل سے جب کہ زندگی کی شام ہو جائے گی غافل کر رکھا ہے انسان تن آسانیوں اور عیش کوشیوں کا خوگر بن چکا ہے صبح کے سورج کی گرمی اور روشنی نے دن بھر کی ہماری کیفیات اور زندگی کے سارے نظام کو ایک ایسی تاریکی میں لا چھوڑا ہے کہ عقل اس بھیانک گھٹاٹوپ اندھیرے میں سوائے اپنے نفس کے مطالبے اور حیوانی خواہشات کے جال میں پھنسنے اور دھنسنے کے کوئی اور بات سجھائی نہیں چاہتی۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قبر آخرت کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ ہے۔ اگر آدمی کو یہاں سے چھٹکارہ مل جائے تو بعد کے مراحل اُس کے لیے آسان ہوں گے اور اگر یہاں چھٹکارہ نہیں مل سکا تو بعد کے مراحل اس کے لیے سخت تر ہوں گے۔

دنیا کی اس مختصر زندگی کے بعد لامتناہی اصل زندگی شروع ہوگی اور لوگوں کو ان کی دنیاوی زندگی کا ایک ایک عمل بتا دیا جائے گا (فمن یعمل مثقال ذرۃ) انسانوں کی زندگی کا مکمل محاسبہ میدان حشر میں کیا جانے والا ہے جب لوگ مادر زاد ننگ دھڑنگ سرپٹ اپنے پیدا کرنے والے کے دربار میں پیشی کے لیے بھاگے چلے جا رہے ہوں گے جہاں کوئی کسی کے کام آنے والا نہیں ہوگا اور شفاعت نبیؐ کا حقدار صرف وہ ہوگا جس نے اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں تسلیم کیا ہو اور ساتھ ہی ساتھ محمدؐ کو اللہ کا آخری رسول مانتا ہو اور یہ گواہی اور شہادت بھی اس طرح دیتا ہو کہ اس کی زبان اس کے دل کی اور اس کا دل اس کی زبان کی تصدیق کرتا ہو (یُصَدِّقُ لِسَانُہٗ قَلْبَہٗ وَقَلْبُہٗ لِسَانَہٗ ۔ مسند احمد) اس کا مطلب یہ ہے کہ سچے دل سے توحید و رسالت کو ماننا اور اعلان بھی کرنا یعنی منافقانہ ایمان نہ ہو اور نہ ہی قول و عمل میں تضاد ہو۔ ایک حدیث میں جس کو بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے نبیؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میری سفارش اُس کے لیے ہوگی جس نے پورے دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔ چنانچہ جہاں لازم ہے کہ ہم اپنے حبیب پاکؐ کی شفاعت کے متمنی ہوں تب وہیں اس قول صادق کو بھی پیش نظر رکھنا لازم ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت سے آدمی ہٹ ہی نہیں سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں حساب نہیں لے لیا جائے گا۔ اُس سے پوچھا جائے گا کہ عمر کن مشاغل میں گزاری؟ دین کا علم حاصل کیا تو اس پر کہاں تک عمل کیا؟ مال کن ذرائع سے حاصل کیا؟ اور جو بھی مال کمایا یا حاصل کیا اُس کو کہاں اور کس طرح خرچ کیا؟ اور آخر یہ کہ جسم کو کس کام میں گلایا؟

(ترمذی۔ ابوبرزۃ اسلمیؓ)

یہی وجہ تھی کہ ہماری طرح آخرت کی غفلت کے شکار ہونے کی بجائے اللہ کے نیک بندوں حتیٰ کہ اصحاب النبیؐ کی صورتحال یہ تھی کہ وہ نیک اعمال اور توبہ و استغفار کرتے رہنے کو اپنے لیے لازم کر چکے تھے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے کہ کاش میں کوئی گھاس پھوس کا تنکا ہوتا کہ آخرت کی بازپرس سے بچ جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معاملہ بھی ہمارے سامنے آتا ہے کہ وہ کہتے کہ کاش عمرؓ کو اس کی ماں نے نہ پیدا کیا ہوتا۔ آخرت کی بازپرس اور اس کی سنگینی کا حال اس سے زیادہ اور کیا عیاں ہوگا جب آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو تلقین کرتے اور اس کے لیے تیاری کرتے رہنے کے لیے کہتے چنانچہ قرآن مجید کے بعد دو صحیح اور مستحکم کتابوں یعنی بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہمیں یہ حدیث ملتی ہے جس میں رسولؐ نے فرمایا اے قریشی لوگو اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو میں خدا کی گرفت سے تم کو کچھ بھی نہیں بچا سکتا۔ اے عبد مناف کے خاندان والو میں تم سے اللہ کے عذاب کو کچھ بھی ٹال نہیں سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب (حقیقی چچا) میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا۔ اے صفیہ (حقیقی پھوپھی) میں تم سے اللہ کے عذاب کو ذرا بھی ہٹا نہیں سکتا۔ اے میری بیٹی فاطمہؓ تجھے میرے مال سے جتنا چاہے دے سکتا ہوں لیکن اللہ کے عذاب کو کچھ بھی ہٹانا ممکن نہیں۔ پس اپنے آپ کی فکر کرو کہ ایمان و عمل ہی وہاں کام آئیں گے۔

ان ارشادات کی روشنی میں ہمیں چاہیے کہ اپنے اعمال اور اپنی زندگی کے ایک ایک گوشے پر کڑی نظر رکھیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے بہترین طریقے کے مطابق اپنی زندگی گزاریں کیونکہ خوف و اُمید کے بیچ کی راہ ہی اللہ کو پسند ہے۔ ہماری پسند و ناپسند اور اختیار و ترک حتیٰ کہ اپنی محبت و نفرت کا دارومدار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہو جائے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ ہم سب سے پہلے اس حیثیت سے واقف ہوں کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی تعلیمات کیا ہیں۔ زندگی کے ہر معاملہ میں واقف کاری' جاننے اور معلوم کرنے و سیکھنے کا طرز و طریقہ اختیار کیا جائے۔ اگر ہم دین اسلام کے ان پہلوؤں سے اپنی زندگی کو منور کرنے کی بجائے اندھیرے میں اپنے آپ کو رکھنے کا جاہلانہ طور طریقہ اپناتے ہیں تو ظاہر ہے یہ ایک طرف تو غلط طریقہ ہوگا۔ دوسری طرف اس طرح کا رویہ اللہ کے غضب کو بھڑکانے والا اور اللہ کی پکڑ کا موجب بھی بنے گا۔ بخاری و مسلم نے نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے اللہ کے عذاب کی سب سے ہلکی اور آخری شکل کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جہنم میں سب سے ہلکا اور معمولی عذاب یہ ہوگا کہ آدمی کے دونوں پیر کے نیچے دو چنگاریاں رکھ دی جائیں گی جس سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جیسے چولہے پر رکھی دیگچی کھولتی ہے۔ ترمذی میں روایت ہے کہ آدمی کے اعمال کے بارے میں زمین گواہی دے گی (تَقُوْلُ عَمِلَ کَذَا) بلکہ اس عظیم اور پرجلال انصاف کے دن کی کیفیات یہاں تک بیان کی جاتی ہیں کہ آدمی کے خلاف خود اس کے اعضاء گواہی دیں گے جب کہ اس کی زبان کو بولنے سے روک دیا جائے گا۔ (فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْهِ وَ یَقُوْلُ لِاَرْکَانِہٖ اِنْطِقِیْ ۔ مسلم) ایک دوسرا پہلو یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ حیادار اور سخی ہے جب کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے آگے پھیلاتا ہے تو ناکام خالی ہاتھ لوٹاتے اُسے شرم آتی ہے۔

(سلمان فارسیؓ۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

چنانچہ ایک بندے کو چاہیے کہ جہاں بہترین اعمال کا خزانہ اس کے ساتھ ہو وہ حلال و حرام کی تمیز کرتے ہوئے پاک و صاف متقیانہ زندگی گزارے تب ساتھ ہی ساتھ وہ دعا بھی کرتا رہے کہ دعا ہمیں امید بھری حوصلہ افزاء فرحت بخش اور ایمان افروز احادیث کی روشنی میں خدائے ذوالجلال والاکرام اور ستار العیوب و غفار الذنوب کے وسیع تر دامن رحمت کے سایہ میں واپس لوٹا دیتی ہے۔ اور بندہ حال و قال سے مناجات الٰہی کی سرگوشیوں میں یوں اپنے ہاتھ اور اپنا دامن پھیلا دیتا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ کھلی اور چھپی دونوں حالتوں میں تجھ ہی سے ڈروں اور اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ کسی سے میں خوش ہوں یا ناراض' دونوں حالتوں میں میری زبان سے انصاف کی بات نکلے اور غریبی و خوش حالی دونوں حالتوں میں صحیح راہ اختیار کرنے کی توفیق دے اور میں تجھ سے اُس خوش حالی کا طلب گار ہوں جو ختم نہ ہوگی' اور آنکھوں کی وہ ٹھنڈک چاہتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہے گی اور تیرے فیصلے پر راضی و مطمئن رہنے کی درخواست کرتا ہوں' اور میں تیرے دیدار کی لذت اور ملاقات کے اشتیاق کی درخواست کرتا ہوں' میں کسی تباہ کن تکلیف اور کسی گمراہ کن فتنہ کا شکار نہ ہوں' اے اللہ ہماری زندگی کو ایمان سے آراستہ کر دے اور ہم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے والے اور سیدھی راہ دکھانے والے بننے کی توفیق دے۔ (ترغیب)

●●

آنے والے انتخابات، مسلمان اور تیسرا متبادل

ڈاکٹر سید عبدالباری

آنے والے انتخابات میں مسلمان کیا کردار ادا کریں اس پر اس کے رہنما جماعتیں ادارے اور عوام کافی متفکر ہیں۔ اس وقت حالات ۲۰۰۴ء کے انتخابات جیسے نہیں جب کہ گجرات کے فسادات اور این ڈی اے کے طرز حکومت سے عاجز آ کر ایک متبادل کی تلاش تھی اور یہ متبادل کانگریس لیفٹ اور دیگر علاقائی جماعتیں مہیا کر رہی تھیں۔ اس وقت صورت حال مختلف ہے۔

یو پی اے گزشتہ ۵ سال کے طرز عمل اور کارناموں کی وجہ سے کافی حد تک اپنے اعتبار اور وقار سے محروم ہو چکی ہے۔ عام شکایت یہ ہے کہ اس نے امریکہ اسرائیل اور ملک کے سرمایہ دار گھرانوں کے لئے جتنا کچھ کیا (یہ بات الگ ہے کہ زیادہ تر بڑے سرمایہ دار گھرانے مسٹر مودی کے قصیدہ خواں ہیں) اس کا عشر عشیر ملک کے عام غریب آدمی کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں کیا اور کچھ کیا بھی تو وہ موجودہ کرپٹ انتظامیہ کی نذر ہو گیا اور اس کی حیثیت اونٹ کے منہ میں زیرہ کی بھی نہیں۔ حیرت ہے کہ اس نے موجودہ اقتصادی بحران سے سرمایہ دار گھرانوں۔ آٹو موبائل سول آویشن اور ریل اسٹیٹ کو نجات دلانے کے لئے ۶۵ ہزار کروڑ کی رقم مہیا کرائی جب کہ ملک کے غریب انسانوں کی بنیادی ضروریات کی چیزوں، شکر، آٹا، دال چاول تیل، کی قیمت کو قابو میں رکھنے میں بری طرح ناکام رہی۔ ملک عملاً سوشلسٹ نصب العین ترک کر کے کیپٹلسٹ ایجنڈے کی طرف دوڑنے لگا۔

دوسری سب سے زیادہ اندوہناک بات یہ رہی کہ کانگریس کے اندر کچھ عاقبت نااندیش لوگ امریکہ اور ملک کے فاشسٹ عناصر کے دباؤ میں آ کر دہشت گردی سے جنگ میں ایک فریق بن کر ملک کو کھڑا کرنے کی کوشش کرنے لگے اور ہر زبان پر پاکستان کے سرحدی قبائل اور تقریباً تمام مسلم ممالک کو ہندوستان کا دشمن بنا کر پیش کرنے کا نعرہ آ گیا۔ بہت سے معاملات کی جانچ پڑتال میں جو ملک کے فاشسٹ عناصر کو بے نقاب کر سکتے تھے آنا کانی کی گئی۔ گجرات کے مجرموں کو سزا دلانے میں مرکز نے غیر معمولی کوتاہی برتی، ممبئی میں سری کرشنا رپورٹ جیوں کی تیوں پڑی ہے اور فرضی مسلمان ملزمین کو عدالتیں آئے دن سزایاب کرتی رہتی ہیں۔ ملٹری جو مرکز کے دائرہ کار میں ہے۔ مسلمانوں سے بالکل خالی اور ہندو بینا بنا کر رکھ دی گئی ہے۔ پولیس میں مسلمان اتفاقاً کہیں کہیں آ گئے ہیں گویا یہ غلام قوم ہے جس کو قابو میں رکھنے کے لئے اکثریت نے ڈنڈے چلانے کا اچھا انتظام کر رکھا ہے۔ یو پی اے نے صرف آنسو پوچھنے کے لئے کچھ تعلیمی وظائف کا اعلان کیا ہے مگر وہ ایسا ہی ہے جیسے ایک ننگے انسان کے کندھے پر ایک دھجی ڈال دی جائے۔

اس صورت حال میں موجود کانگریس قیادت سے مسلمان مطمئن نہیں۔ فاشسٹ قوتوں سے ملک کو بچانے کی خاطر ممکن ہے کہ وہ کانگریس کو کہیں کہیں ترجیح دیں مگر وہ جانتے ہیں کہ جو ۵۰ سال میں ان کے لئے کچھ نہ کر سکے وہ امریکہ نوازی کے اس دور میں کیا کریں گے۔ بقول پرفل بدوائی ملک کے لئے مزید ۳۶ ہزار کروڑ کے جنگی اسلحے نئے سال میں زیادہ ضرور ہیں یا پڑوسیوں کی طرف خیر سگالی کا ہاتھ بڑھانا اور اعتماد و دوستی کا ماحول پیدا کرنا ضروری ہے۔ کیا اعتماد کا ماحول اسی طرح پیدا ہوتا ہے کہ اپنی سیاسی تاریخ کے بدترین دور میں ہم پڑوسی پاکستان کے ٹوٹنے بکھرنے کی اپنے میڈیا کے ذریعہ مسلسل پیشین گوئی کریں اور اس کی خراب حالت پر بغلیں بجائیں۔ اور گزشتہ ۵۰ سالوں میں مسلسل اقلیتوں کی نسل کشی پر خوبصورتی سے پردہ ڈالنے کی کوشش کریں۔

ممکن ہے اس صورت حال میں مسلمان بہ درجہ مجبوری کم تر معصیت تصور کر کے جہاں کوئی اور بہتر متبادل نہ ہو کانگریس کو ترجیح دیں۔ لیکن اب حالات کچھ اور کروٹیں لے رہے ہیں اور آثار نہیں کہ بی جے پی اور کانگریس کے علاوہ کمیونسٹوں، سوشلسٹوں اور دلتوں کی قیادت میں ایک تیسری سیاسی طاقت اُبھر کر سامنے آئے۔ یہ شاید ملک کی سیاست میں ایک روشن باب کا اضافہ ہو۔ اس لئے کہ بی جے پی کے این ڈی اے کے بالمقابل ملک کے عوام یو پی اے کو مکمل اکثریت سے برسر اقتدار لانے کے موڈ میں نہیں ہیں کانگریس کی مکمل اکثریت میں اس کی رعونت اور بددماغی کے مناظر اس ملک کے عوام دیکھ چکے ہیں اور ایک مستحکم حکومت کے بالمقابل ایک کمزور حکومت اس ملک میں جہاں متعدد تہذیبیں مذاہب اور طبقات ہیں زیادہ بہتر ثابت ہوئی ہے۔ تیسرے محاذ کے سامنے آنے سے یہ بات یقینی ہے کہ اس کے تعاون کے بغیر یو پی اے کا حکومت بنانا محال ہوگا اور تب شاید کانگریس امریکہ و اسرائیل کی نہایت مکروہ تابعداری سے نجات حاصل کر سکے گی۔ اسلامی دہشت گردی کا نعرہ لگانے میں احتیاط برتے گی۔ ہندو دہشت گردی سے آنکھیں نہیں چرائے گی اور پولیس کو بے لگام نہیں چھوڑے گی کہ وہ بٹلہ ہاؤس جیسے مظالم کا دھڑلے سے ارتکاب کرے اور ہر طرح کی انکوائری سے بچ نکلے۔

آنے والے انتخابات میں شاید مسلمانوں کو ٹیکنیکل ووٹنگ سے زیادہ آنکھیں کھول کر جماعتوں کے کردار اور ماضی پر بھی نگاہ پڑے گی اور کچھ مغرور رہنماؤں کا اقتدار کا غرور بھی چکنا چور کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ کوئی شاندار ماضی اور مکمل نظام حیات رکھنے والی ملت اندھوں بہروں کی طرح انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتی اور مافیا کے بل پر ووٹ حاصل کرنے والوں کے بالمقابل ہوش و خرد کے حامل افراد کو ہر طرح کے خطرات مول لے کر اپنا تعاون پیش کرنے سے گریز نہیں کر سکتی۔

●●

کیا یہ کردار حب الوطنی کا مظہر ہے؟

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی

شرارت آمیز کتاب ''آتنک واد اور بھارتیہ میڈیا'' کے مصنف نے اپنی متعصبانہ اور منافرت انگیز ذہنیت کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ جس ہندی میڈیا کو اس نے دیش بھکتی کا تصدیق نامہ عنایت کیا ہے اس کا نمونہ ۱۹/مارچ کے ہندی ہندوستان کے ادارتی صفحہ کے مضمون ''ڈرٹی منی اور چناوی بساط'' (پشپ رنجن) کے اس پیراگراف سے لگا سکتے ہیں۔ ''انتخابات کے وقت بھارت سے ہتھیاروں کے سودے میں واشنگٹن و یروشلم کی ٹی آر پی ماسکو سے زیادہ ہے۔ آنے والی سرکار سے نیوکلیائی سرمایہ کاری ہتھیار، توانائی انفراسٹرکچر میں کن طاقتوں کی دلچسپی ہو سکتی ہے؟ تو کیا انہی طاقتوں کی جانب سے ڈرٹی منی Dirty Money کی ڈائریکٹ ٹو ہوم (سیدھے گھر سپلائی) نہیں ہو سکتی؟''

اس مضمون میں مضمون نگار نے مختلف سرکاری و نیم سرکاری ذرائع کے حوالوں سے بتایا ہے کہ بڑی طاقتیں غریب ممالک میں حکومتوں کی تبدیلی کے لئے بڑے پیمانے پر دولت صرف کرتی ہیں۔ مثلاً ریمنڈ بیکر کی کتاب Capitalism Achilles Heel میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۷۰ء سے اب تک مغرب سے پانچ لاکھ کروڑ ڈالر غریب ملکوں میں سازشیں کر کے اپنی مرضی کی حکومت بنوانے کے لئے صرف کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں سفیر رہے ڈینیئل پیٹرک موئنہان نے اپنی کتاب ''اے ڈینجرس پلیس'' میں لکھا ہے کہ ''دو موقعوں پر مغربی بنگال اور کیرالا میں کرسی بدلنے کے لئے انہوں نے مسز گاندھی کو پیسے دیئے۔ کرسٹوفر آندرے کی کتاب ''سترو کھن آرکائیو-۲'' میں لکھا ہے کہ بھارت میں ۱۳۷۵ ایسے سیاستداں وغیرہ تھے جو سوویت روس کے وظیفہ خوار تھے۔ یہ تعداد ۱۹۹۰ء تک کی ہے۔ ۱۹۷۱ء میں سوویت پولٹ بیورو نے اندرا گاندھی کو بیس لاکھ روپے بھجوائے تھے۔ اس سے متعلق دستاویز بھی کتاب میں شائع کی گئی ہے۔ سنٹر فار میڈیا اسٹڈیز نے موٹے طور پر اندازہ لگایا ہے کہ قومی پارٹیاں الیکشن پر ۴۳۰۵۰ ارب روپے خرچ کریں گی۔ علاقائی پارٹیاں تقریباً دس ارب خرچ کریں گی۔ ووٹروں کے درمیان ۲۰-۲۵ ارب روپے لٹائے جائیں گے۔ پچھلے انتخابات کے درمیان کرناٹک میں باہر سے سب سے زیادہ پیسہ آیا۔ پچھلے چناؤ کے دوران چودہ ہزار سات سو تنظیموں کے لئے چھ ہزار دو سو چھپن کروڑ روپیہ باہر سے آیا۔ اور حوالہ کے ذریعہ آنے والا پیسہ اس کے علاوہ ہے۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ حوالہ کا پیسہ اس رقم سے ۳۰-۴۰ گنا زیادہ ہو سکتا ہے۔ (پشپ رنجن'' ہندوستان، نئی دہلی ۱۹/مارچ ۲۰۰۹ء) مندرجہ بالا اقتباسات کسی اردو اخبار کے مسلم قلم کار کے نہیں ہیں۔

ہندوستان کو غلام بنانے والے انگریزوں کے زمانے میں بھی ہندوستان میں راکیش سنہا اور جوگیندر سنگھ جیسے متعصب، مسلم دشمن، ملک فروش افسران اور سرمایہ دارانہ اخبار والے موجود تھے۔ اسی سلسلہ کی کڑی میں راکیش سنہا اور جوگیندر سنگھ کی روایات کو جاری رکھتے ہوئے بش پرستی اور امریکہ پرستی میں صرف مسلم دشمنی کی مشترک اساس پر قائم ہیں۔ ورنہ دیش بھکتی اور دہشت گردی کو صرف مخصوص قوم سے جوڑنے کے بعد مخصوص زبان کو بھی نشانہ بنانے کا مقصد کیا ہے؟ جوگندر سنگھ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں جتنے بھی فرقہ وارانہ فسادات کی انکوائری ہوئی ہے ان میں ہر کمیشن نے کم و بیش ہندی اور مقامی میڈیا کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔

گجرات فسادات ممبئی فسادات اس کی اہم مثال ہیں۔ علی گڑھ فسادات کے زمانے میں ہندی اخبار کی فتنہ انگیز خبر (پوری بھری ہندو عورتوں کی پستانیں ملیں) آج بھی یاد ہے کسی بھی انکوائری کمیشن کی رپورٹ میں کبھی اُردو میڈیا پر فسادات بھڑکانے کا الزام نہیں لگا ویسے ساورکر کی انگریز چاپلوسی کی ذہنیت کے وارثین والوں کا اُردو اخبار، کے سید باقر شہید کے وارثین سے موازنہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔ ایک سلسلہ وطن اور عزت کے لئے جان دینے والوں کا ہے اور دوسرا خوشامد اور عزت آبرو فروخت کرنے والوں کا ہے۔ جو باتیں پشپ رنجن نے ہندی میڈیا کے ذریعہ اٹھائی ہیں وہی باتیں اُردو میڈیا کہتا رہا ہے کہ بھارت کے اندر وقوع پذیر ہونے والے دہشت گردی اور تشدد کے واقعات کے سامنے کے چہروں کے پیچھے کے اصل چہرے اور ہاتھ کچھ دوسرے ہی ہیں۔ جو بھارت میں عدم تحفظ اور سیکورٹی کا مسئلہ پیدا کر کے ہتھیاروں کی خونی تجارتی کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ پشپ رنجن نے تاریخ کے ریکارڈ سے ثابت کیا ہے کہ ماضی میں بھی اپنی مرضی کی سرکار لانے کے لئے ہر کمزور اور ترقی پذیر ملک کی طرح بھارت میں بھی بیرونی طاقتیں پیسہ جھونکتی رہی ہیں۔ تو آج یہ کام بند کیوں ہو گیا ہوگا؟ پورے علاقہ میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ کچھ کروڑ ڈالر ڈال کر تشدد اور بدامنی پھیلا کر اربوں ڈالر کے اسلحہ کے آرڈر مل جانا کوئی مہنگا سودا تو نہیں ہے۔ اُردو پریس نے اگر اس کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ ہو جائے گا۔ ہندی اور مقامی میڈیا جس طرح تل کا تاڑ بنا کر بیوروکریسی کے ساتھ مل کر فرضی واقعات اور اعداد و شمار کا دھواں دار پروپیگنڈہ کر کے نفرت اور دشمنی کا زہر گھول رہے ہیں کیا یہ ماحول ملک کو مضبوط بنا رہا ہے؟ یا یہ ملک دوستی کے پردہ میں عیاری بھری ملک دشمنی اور مفاد پرستی و مادہ پرستی ہے؟

ہندی میڈیا اور بڑی حد تک انگلش میڈیا کس طرح تعصب برتتا ہے اس کی مثال ورن گاندھی اور اس طبقہ کی زہریلی سیاست پر اس میڈیا کی رپورٹنگ اور بظاہر تنقید مگر اصلاً تعریف اور ہیرو بنانے والی خبریں و تبصرے موجود ہیں۔ الیکشن کمیشن کے موقف سے زیادہ ورن کے نفرت پرور بیانات کو ہی عوام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ اسٹائل یہ ہے کہ اندر ایک چھوٹا سا ایڈیٹوریل اگر مگر کے ساتھ مخالفت میں ڈال دیا اور کئی کئی صفحات میں ورن کے بیانات و فوٹو شائع کر دیے۔ ملک میں کرپشن، نفرت، انتشار پھیلانے والے جن کے پاس سوئس بینکوں میں ۱۸۹۱ء ارب ڈالر کی بے نامی جائداد ہے ہندوستان کے حامی نہیں بلکہ اس کے اصل دشمن ہیں۔

●●

فلسطینی مذاکرات کا تیسرا دور

تہران۔ فلسطینی قیادت نے فلسطینی جماعتوں کو اطلاع دی ہے کہ قومی مذاکرات کے تیسرے دور کے اجلاس کو یکم اپریل تک مؤخر کیا جا رہا ہے کیونکہ عرب سربراہ کانفرنس ۳۰/۳۱ مارچ کو دوحہ میں منعقد ہو رہی ہے۔ انھوں نے مرکز اطلاعات فلسطین کے رپورٹر کو بتایا کہ اجلاس کو مؤخر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فلسطینی جماعتوں کو مزید وقت دیا جائے گا کہ تاکہ وہ اختلافی نکات پر مزید غور و خوض کر لیں، ان میں اتحادی حکومت کا سیاسی پروگرام، پی ایل او کے سابقہ معاہدے اور نظام شامل ہیں، تاخیر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مذاکرات میں شریک نمائندے اپنی اپنی جماعتوں کی قیادت سے بھی گفت و شنید کر لیں۔

مذاکرات میں شریک نمائندے کئی اہم معاملات پر اتفاق رائے کا اظہار کر چکے ہیں۔ ان میں سرفہرست عبوری اتحادی حکومت کا قیام ہے اور یہ حکومت عام انتخابات کے بعد ختم ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں سیکورٹی کے محکمے کے بارے میں اتفاق رائے پایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) کے ترجمان فوزی برحوم نے کہا ہے کہ فتح سے تعلق رکھنے والے قانون ساز اسمبلی عزام الاحمد کے قومی مذاکرات کے بارے میں بیان کا مقصد یہ ہے کہ مذاکرات میں جو مفاہمت ہو رہی ہے اس سے جان چھڑالی جائے۔ انھوں نے بیان میں کہا کہ عزام الاحمد کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ فتح ابھی تک اس راستے پر چل رہی ہے جو امریکی انتظامیہ وضع کرتی ہے نیز یہ کہ محمود عباس کی جانب سے مذاکرات سے قبل ہی شرائط پیش کرنا، دراصل امریکی اشارے پر تھا۔

●●

بنگلہ دیش میں غذا کی کمی

نیویارک۔ اقوام متحدہ کے عالمی خوراک پروگرام، یونیسیف اور انسٹی ٹیوٹ آف پبلک نیوٹریشن کے ایک مشترکہ مطالعہ کے مطابق بنگلہ دیش میں ۲۰ لاکھ بچے غذا کی کمی کے شکار ہیں اور تقریباً ایک چوتھائی آبادی کو غذائی بحران کا سامنا ہے۔ یہ مطالعہ نومبر ۲۰۰۸ء سے جنوری ۲۰۰۹ء کے درمیان کیا گیا تھا جو فصلوں کی کٹائی کا وقت ہوتا ہے۔

پوپ کے انکار کا مسئلہ

کرسٹوفر ہچنز، اخذ وترجمہ: سید محمد افتخار احمد

جب سے پوپ جان XXIII نے دوسری ویٹی کن کونسل میں تہلکہ آمیز تاریخی اصلاحات کیں اکثر رومن کیتھولک تمام وقوعہ کو خوفناک غلطی قرار دے رہے ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور چرچ کے باہر کا ایک آدمی ایولن واہ تھا جس نے ۱۹۶۶ء میں ایسٹر سروس کے بعد موت کو گلے لگایا ہے۔ اس کے خیال میں پوپ کے اختیارات میں خصوصی مراعات کے ذریعہ آزاد خیال سیکولرزم کی جدید گمراہیوں کو قبول کرتے ہوئے عیسائیت سے بغاوت کی گئی تھی۔ چرچ کے اندر کا آدمی آرچ بشپ مارسل لیفوری ایک نہایت روایتی فرانسیسی عالم تھا جس نے رومن چرچ سے مذہبی اختلاف کیا ۔نتیجہ چار دیگر بشپ جو اس نے مقرر کئے تھے، کے ہمراہ اس کو ۱۹۷۰ء میں کیتھولک کلیسا سے خارج کردیا گیا۔ زیادہ بدنام اور مشہور ناقد وباغی کیتھولک باپ بیٹے (ہٹن گبسن اور اس کا بیٹا میل) تھے جن کی نہایت بھیانک تحریر مسیح کی قربانی ''مسیح کی اذیت'' (The Passion of the Christ) کے نام سے فلم کی شکل میں منظر عام پر آئی۔

کئی دہائیوں تک یہ خیال کیا جاتا رہا کہ یہ اختلافات کرنے والے یا تو اِدھر اُدھر منتشر ہوکر غیر موثر ہوجائیں گے یا دوبارہ عمومی عقیدے والے گروہ میں شامل ہوجائیں گے ۔مگر ہوا یہ کہ پوپ بینی ڈکٹ XVI نے رومن چرچ کو ہی اختلاف کرنے والوں کے خیال کے مطابق تبدیل کردیا۔ ان میں لیفوری بشپ کا حامی بشپ رچرڈ ولیم سن بھی ہے جو نہ صرف نازی ہولوکاسٹ کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعہ کو جنگ کا بہانہ بنانے کے لئے بش انتظامیہ کا خود ساختہ ڈرامہ قرار دیتا ہے۔ پوپ کے اس فیصلے سے وہ اختلافی عناصر ''جو سینٹ پئس X کی سوسائٹی'' (بارہ پوپ حضرات کا گروپ) کے جھنڈے تلے جمع تھے، منقطع کرنے کی بجائے اپنے سے جوڑنے پر بہت سے راسخ العقیدہ کیتھولک اور جدید لبرل خیالات کے حامل بھی پریشان ہوگئے ۔ان میں جارج ویگل بھی شامل تھا۔ مگر کیا ہمیں اس کو چرچ کا اندرونی معاملہ سمجھنا چاہئے؟ میرے خیال میں جواب نفی میں ہے اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔

ویٹی کن II کی طرف سے کیتھولکس کی روزمرہ زندگی میں نہایت اہم تبدیلی لاطینی کی بجائے مدری زبان میں عبادت کرنا ہے۔ جب کہ کیتھولک اور غیر کیتھولکس کے تعلقات میں بہت اہم تبدیلی ویٹی کن II کی یسوع مسیح کو سولی دینے (deicide) کے جرم سے تمام یہودیوں کو بری کردینے کا فیصلہ ہے۔ جس کا مطلب ہے مسیح کو اذیت دینے اور سولی پر چڑھانے کی اس تاریخی اور اجتماعی ذمہ داری سے یہودیوں کو بری کردیا گیا ہے۔ دونوں تبدیلیاں بدقسمتی سے ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔

قدیم لاطینی طریقہ عبادت جس میں گڈ فرائڈے کی عبادت بھی ہے اور یہودیوں کی ہدایت کی دعا بھی شامل ہے، اسی دعا میں یہودیوں کو شاطر ودغاباز کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اگرچہ سینٹ پئس X کی سوسائٹی میں کچھ لوگ ایسے بھی شامل تھے جو ماضی کی اس روایت کو یاد کرتے تھے جب پادری میزبان کی کمر پکڑ کر لاطینی دعائیہ الفاظ کو دہراتا تھا اور یہ ہر چرچ کا معمول تھا۔

اس پر صرف یہودی ناقدین ہی شک نہیں کررہے ہیں کہ عبادت کو زیادہ سے زیادہ لاطینی میں ادا کرنے کے پس پردہ ضرور کچھ ہے۔ یہ سمجھنے کے لئے کہ اس کے پیچھے کیا ہوسکتا ہے میں ہیوٹن گبسن کی ۲۰۰۳ء میں شائع شدہ کتاب ''دشمن ابھی موجود ہے'' (The Enemy Is Still Here) کا حوالہ دیتا ہوں ۔ گزشتہ نصف صدی کی عبادت میں تمام تلخ دشمنی پر مبنی تبدیلیاں جن سے یہودیوں کو خوش کیا جاسکے گبسن کے لئے باعث اشتعال تھیں، اور وہ یہودیوں کے لئے کلیسا کی طرف سے نرم گوشے کے اظہار کے بھی خلاف تھا۔ موجودہ پوپ جب وہ کارڈینل جوزف رزنگر تھا، کے اس الزام کہ تمام یہودیوں نے مسیح کو سولی دینے کا مطالبہ کیا تھا میں تبدیلی کی کوشش کے انکار کے بارے میں گبسن لکھتا ہے۔'' بلکہ اس کے برعکس پونٹیس پائلیٹ (رومن گورنر) نے سولی دینے کی ذمہ داری سے اعلان برأت کیا جب کہ جائے واردات پر موجود یہودیوں نے چیخ چیخ کر ذمہ داری کا اقرار کیا کہ اس کا خون ہمارے اور ہماری آئندہ نسلوں کے سر ہے۔ یہ جرم یقیناً ازلی گناہ اور مینار بابل سے بھی بڑھ کر ہے۔ غرور وتکبر بھرے ان دونوں گناہوں کی سزا ان کی آنے والی نسلوں پر بھی مسلط کردی گئی ۔ یہودیوں کی پوری تاریخ کے دوران مسلسل عذاب وبربادی اور قتل وغارت کی وجہ سے کلیسا کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ یہ ایک ملعون قوم ہے، اور ہولوکاسٹ بھی ان پر اسی اقرار کے باعث ہوا ہے جو انہوں نے مسلوب مسیح کے بارے میں کیا تھا۔''

یونانی دیومالائی کہانی کے مطابق مینار بنا کر خدا کو دیکھنے کی ایک جسارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی زبان (بولی) تبدیل کردی جس سے ایک شور اور ہنگامہ بپا ہوا مگر وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکے۔ لہٰذا نامراد ہوئے۔

میں گبسن سینئر کے دوطرفہ گھٹیا اور غلیظ طریقہ پر غور کرتا ہوں۔ پہلے اس کی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ نشان زدہ لفظ ''ہولوکاسٹ جو شاید ہوا ہی نہیں'' اور پھر اس کا یہ کہنا کہ ہولوکاسٹ خدائی سزا کے طور پر مسیح کو سولی دینے کے جرم کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کا اگلا مشاہدہ دم بخود کرنے والا وہ بیان ہے جو پوپ جان پال II نے اپنے خطبہ میں کہا کہ ''یہودیت، عیسائیت کے لئے اتنی خارجی نہیں جتنا کہ ضروری ہے اور یہ کہ یہودی ہمارے پیشرو بھائی ہیں۔ یا بڑے بھائی ہیں۔'' گبسن غراتا ہے کہ ہابیل کا بھی ایک بڑا بھائی تھا۔ کیا میں سفارش کروں کہ آپ وہ آخری چار الفاظ بھی غور سے پڑھیں جب میل گبسن نے کیلی فورنیا میں ایک چرچ کو صرف لاطینی میں عبادت کرنے پر کافی امداد دی۔ اسے جب ایک پولیس افسر نے گرفتار کیا تو اس نے یہود نفرت کی وجہ سے ذہنی انتشار کے تحت ایک احمقانہ بات کی، جس سے اس کا مقصود اپنے آپ کو بچانا تھا کہ ''یہ گفتگو شراب کے نشہ میں تھی۔'' نہیں، یہ شراب کے نشہ کی بات نہیں تھی بلکہ یہ اس کا عزت مآب باپ اس میں سے کیتھولک نظریہ کے انتقامی جذبہ کے تحت بول رہا تھا۔

اس کے برعکس میرے اندازے کے مطابق پوپ بغیر کسی پیشگی شرائط کے یہ فیصلہ کررہا ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ عہد شکنی ایک ایسا زخم ہے جسے بہرحال بھرنے کی ضرورت ہے۔ (میں یہ مانتا ہوں کہ گبسن کا اختلاف اور اس کا '' کیتھولک روایات سے اتحاد'' سینٹ پئس X کی سوسائٹی سے بھی زیادہ شدید ہے، تاہم اصول وہی ہے)۔ زمین پر یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ ایک ممکن تشریح ان لوگوں کو جو یہ سوچنا چاہتے ہیں کہ کیتھولک دنیا کو خوش کن لیپا پوتی کرنے سے مذہبی اختلافات کو حل کیا جاسکتا ہے، بہت کم سکون دے سکتی ہے۔

پہلے اپنے آپ سے پوچھیں کہ چرچ کو یہودیوں پر سولی دینے کے الزام کو واپس لینے میں ۱۹۶۵ء تک کا وقت کیوں لگا؟ آخر یہ ایک ہی گوسپل کی ایک ہی آیت تو ہے (میتھیو ۲۷:۲۴-۲۵) یا پھر میل گبسن کی فلم کا ایک خطرناک منظر جس کے مطابق یہودی سپریم کونسل نے مطالبہ کیا کہ وہ ہمہ وقت آئندہ نسل کے ساتھ مبینہ سولی کے ذمہ دار ہوں گے۔ تب یہاں ایک سوال ہے کہ بالفرض ان یہودی ربیوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ تمام یہودیوں بشمول آئندہ نسلوں کے نمائندے ہیں تو نورمبرگ مقدموں کے بعد کلیسا نے اس فیصلے پر عمل کرنے میں بیس سال کیوں لگائے؟ عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ ہم سب اس سولی کے گناہ میں شامل تھے اور روحانی طور پر اپنے آپ کو موجود سمجھتے ہیں۔

جب بھی ہم کوئی گناہ کرتے ہیں ہم اس کریہہ منظر کے درد اور مظلومی میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس طرح اجتماعی ذمہ داری کا اصول ہم سب پر لاگو ہوتا ہے، نہ کہ صرف یہودیوں پر۔ (سولی کے وقت) وہاں کوئی کارتوالی، تاہل چیرو کی یا سلووا کی قبرستان (سولی دینے والی جگہ) میں موجود نہ تھا لیکن اگر اس بڑی کہانی میں کوئی سچائی ہے یا نہیں بھی ہے تو یقیناً اس علاقہ میں بہت سے یہودی رہائش پذیر ہوں گے۔ پس اگر وہ سب معاف کردیئے جائیں تو دوسروں کو قاتل کرنا ذرا مشکل ہوجائے گا کہ ان کی اپنی گناہ آلود زندگی ناقابل محو ہے۔ اس لئے ویٹی کن II کا فیصلہ ہی قدامت پسندوں کی بے آرامی کا باعث ہوگا۔ کسی نہ کسی سزا اور تاوان کی گاڑھی شراب کو پانی ملاکر پتلی یا کم اثر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یہودی قدامت پسند اس مشکل کو مزید حل کرنے والے نہیں۔ مسیحی بائبل (عہد نامہ جدید) پر تبصرہ کرتے ہوئے سب سے بڑے دانشور میمون (ہسپانوی یہودی عالم موسیٰ بن میمون) نے توثیق کی کہ یروشلم کے ربیوں کی دلیرانہ دیانت داری کی تعریف کے پل باندھنے چاہئیں۔

جنہوں نے جعلی، بدعتی، معبود اور عرصہ دراز سے موعود مسیحا کا رد کیا۔ آپ یقین کرسکتے ہیں کہ کٹر کیتھولک عرصہ دراز سے اس بھدی حقیقت سے واقف تھے جس طرح کہ آج کے لبرل سیکولر یہودیوں کی اکثریت اس سے ناواقف ہے۔ پرانی طرز کے ایسٹر کے خطبہ اور اوبرا مرگاؤ اور اس کے نواح میں (طاعون سے نجات کے) ''شکرانے کے ڈرامے'' اور زیادہ فروخت ہونے والی کیتھولک عارفانہ کتابیں مثلاً ''جرمن نسل اینی کیتھرین ایمرچ کی بصیرت'' وغیرہ یہودی انبوہ کے مسیح کی اذیت پر لطف اندوز ہونے کے باغیانہ بیانات سے بھرے پڑے ہیں۔ جب مذہبی زیادتی کی جاتی ہے (جو کبھی کبھار وقوع پذیر ہوتی رہتی ہے) تو اکثر اس پر بحث کی جاتی ہے کہ یہ حقیقی اور مستند تعلیمات سے فرار ہے۔ موجودہ وقوعہ کو اتنا دہشت انگیز بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہولوکاسٹ کے انکاری اور سامی مخالفین کو رعایت دی جارہی ہے اور یہ کہ یہ ''اصل ارادہ'' کیتھولسزم سے فرار نہیں ہے۔ بلکہ یہ روایتی اور قدیم وعظ کی طرف لوٹنا ہے۔ کئی دہائیوں سے بہت سے خارجی دلچسپی رکھنے والوں کو رومن کیتھولک چرچ نے یہودیوں کو بدنام کرنے میں صحیح یقین دلانے اور اپنی تاریخی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی بہت کم کوشش کی۔ اچانک یہ کامیابی اتنی ٹھوس محسوس نہیں ہوتی۔ سینٹ پئس X کی سوسائٹی کے جرمن مختار کار نے حالیہ جرمن کیتھولک بشپ کو سولی کی عمومی ذمہ داری کا لیکچر دیا ہے۔ پچھلے ماہ ایک خارجہ آدمی تھا۔ اب اس کا اختلاف پاپائیت کے سینے میں واپس آگیا ہے۔ اتحاد کا مطلب بینی ڈکٹ کے لئے بہت اہم ہے، اگر وہ اس کی اس طرح کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہے۔

عیسائی اس پر متفق ہیں کہ مسیح اپنی موت کے پورے یقین کے ساتھ یروشلم گئے۔ کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ یہودی اور رومن نے بڑی فرمانبرداری سے اس پیش گوئی کے پورا کرنے اور اس قتل میں جس سے دنیا کا خون بہا ادا ہوا، انسانیت کی مدد کی۔ یقیناً نہیں، بطور ایک غیر مذہبی شخص ہونے کے ناطے یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن عقیدے کے جبے تلے یک رُخا پن اور ذہنی انتشار بطور ایک شہری میرے لئے پریشانی کا باعث ہے، جیسے کارڈینل برنارڈ قانون جس کے مطابق بچے کا جنسی استحصال جائز ہے اور جسے رومن کلیسا کی حمایت حاصل ہے اور جسے رزنگر کے پوپ بننے کے الیکشن میں ووٹ کا حق بھی دیا گیا ہے۔

پس وہ جو اشارہ کنایہ سے یہود پر تہمت لگاتے ہیں اور وہ جو شرمناک اور توہین آمیز تحریریں پھیلا کر جمہوری امریکہ کے سر اس پر مذہبی دہشت گردی کے حملے کرنے لئے الزام تھوپتے ہیں، ہر کوئی سوچ سکتا ہے کہ ذمہ دار کلیسا غضبناک ہوکر الزام لگائے گا اور ایسے لوگوں کو نکال باہر کرے گا، نہ کہ شرافت کے ساتھ ان سے موافقت کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سوچ میں غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ ●●

بقیہ: نیند، قدرت الٰہی کی ایک نشانی

نیند آور گولیوں سے اجتناب کیا جائے تو اس کے نتائج انشاء اللہ مثبت ہی ثابت ہوں گے۔ دن بھر پسینہ بہانے والوں اور محنت کرنے والوں کو شاید کبھی کسی نے نیند کی گولیاں کھاتے نہیں دیکھا ہوگا۔

نیند جو ہمیں موت کی یاد دلاتی ہے: بے شک نیند ایک نعمت ہے سبب راحت ہے، ولیم ورڈس ورتھ (William Wordsworth) نے نیند کی مٹھاس سے متاثر ہوکر اپنے جذبات کی درج ذیل طور پر عکاسی کی ہے۔

O, Sleep thus is the mother of fresh thoughts & Joyce health & sleep thou, is the barrier between day & day

لیکن آخرت پر یقین رکھنے والے، دنیا کے عارضی آرام وآسائش کو اصل حاصل نہیں لیکن ہر بات سے ایک عبرت ونصیحت کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کی نگاہوں میں درج ذیل حدیث ہمہ وقت موجود رہتی ہے۔

حضور پاکؐ سے سوال کیا گیا کہ کیا جنتی جنت میں سوئیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، کیونکہ نیند موت کا بھائی ہے۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی والبزار)

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''مردوں کی جانیں روک لی جاتی ہیں اور زندوں کی روحیں دوبارہ لوٹا دی جاتی ہیں۔''

اسی طرح قرآن کریم کا درج ذیل فرمان ہمیشہ رب العالمین کے سامنے جواب دہی کا احساس رکھنے والوں کے سامنے ہوتا ہے: ''اللہ ہی قبض (معطل) کرتا ہے ان جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت۔'' اس مضمون کا خلاصہ یہی ہے کہ موت سے قبل نیند سے حکمت وعبرت حاصل کرتے ہوئے ہم موت کی تیاری کرنے والوں میں سے ہوجائیں کہ نہ معلوم کب ہمارا آخری سفر ہوجائے۔ ●●

قومی سیاست میں اُصول ونظریات کا فقدان

عارف عزیز (بھوپال)

ہندوستان کی سیاست اپنے مزاج اور ہیئت کے اعتبار سے شروع سے جذباتی رہی ہے ۔اس بازار میں اصول ونظریات کے بجائے ذاتی روابط، جلد بازی اور جوڑ توڑ کا سکہ چلتا رہا ہے۔ اس میدان میں ایسے لوگوں کا ایک بڑا گروہ آپ کو مل جائے گا جو جماعتی حیثیت سے ایک پارٹی کے ارکان ہوتے ہوئے بھی دوسرے گروہ کی معاونت کرتے ہیں یا راتوں رات اپنے سیاسی نظریات سے کسی میلے لباس کی طرح چھٹکارہ حاصل کرلیتے ہیں۔

اس طرح کا رویہ متعلقہ لوگوں کے لیے خواہ کتنا ہی منفعت بخش ثابت کیوں نہ ہو، جماعتی نظام، سماجی طور طریقے اور اخلاقی اقدار پر اس کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، کیونکہ اس صورت میں سارا نفع افراد کے حصے میں آجاتا ہے جبکہ تمام تر نقصان جماعت اور معاشرے کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس عمل سے جہاں افراد کی اہمیت بڑھتی ہے وہیں جماعت کی تصویر اور اخلاقی قدروں کا وقار خطرے میں پڑجاتا ہے۔

حالانکہ جماعتی اور قومی امور میں اصولوں کا جو معیار اور نظم وضبط کا جو پیمانہ مقرر ہے وہ انفرادی نیز سماجی زندگی کے پیمانوں اور ضابطوں سے قطعی مختلف ہوتا ہے۔ جماعتی اور اجتماعی امور میں وضعداری، شرافت، لحاظ، مروت، چشم پوشی اور نرمی کی کوئی جگہ نہیں، جبکہ نجی اور ذاتی زندگی میں یہ چیزیں نہایت قابل قدر اور بیش قیمت اوصاف کی حیثیت سے جانی اور پکاری جاتی ہیں۔ اسی طرح سیاسی اور اجتماعی کاموں میں ذاتی روابط کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، نہ ذاتی پسند ونا پسند کسی درجے میں آتی ہے بلکہ ذاتی مخالفت اور دشمنی کا سایہ جب سیاست میں پڑتا ہے تو اس کو مسموم بنادیتا ہے۔

ایک آدمی ذاتی زندگی میں کسی کے خلاف بددیانتی اور بے اصولی کا مظاہرہ کرے اور اس کا شکار ہونے والا درگزر سے کام لے تو اعلیٰ ظرف کہلائے گا، لیکن کوئی شخص قومی زندگی میں اور اجتماعی تحریک کے خلاف بددیانتی یا بے اصولی کا رویہ اپنائے اور برداشت کرلیا جائے تو یہ ناقابل تلافی جرم تصور کیا جائے گا۔

جو لوگ سیاست میں مستقل دوستی اور مستقل دشمنی کے بجائے مستقل مفادات پر نظر رکھتے ہیں وہ بھی اس حقیقت کا یقیناً اعتراف

باقی صفحہ ۸ پر

کرنے کا کام یہ ہے

ڈاکٹر نصر فردوسی، جمشید پور

کائنات میں اس کرہ ارضی پر پیدا ہونے والی مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا اور اس مخلوق کی صحیح شناخت کے لیے اس کے خالق نے ہدایات نازل فرمائیں اور جن ہدایات کو انسانوں تک پہنچانے کے لیے اپنے خاص بندوں کو مبعوث فرمایا ان کی حیثیت انبیاء اور رسول کی ہے۔ ان ہی مقدس اور مطہر انبیاء اور رسول کے ذریعے انسانوں کو صحیفے عطا ہوئے اور یہی صحیفے اور ان ہی انبیاء و رسول کی معرفت انسانوں تک ان کے خالق کی مرضی اور ہماری تخلیق کا مقصد انسانوں کو ملا ۔الگ الگ صحیفوں کے پیروکاروں کی امتیں پہچانی گئیں ۔ان میں ایک مکمل صحیفہ قرآن حکیم اور نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ کے ذریعے ہم انسانوں کو حاصل ہوا۔ اور آپ کے پیروکار اسلام پر چلنے والے مسلمان کہلائے یا جو ایمان والے کہلائے اور یہی مومنین ومومنات ہیں۔ چونکہ یہ دین مکمل کردیا گیا اور اس لیے بھی کہ محمدؐ خاتم النبیین قرار دیے گئے اور ساتھ ہی سید المرسلین کا اعلان ہوا۔ اس لیے آپؐ کے پیروکار بہترین امت ٹھہرے اور بہترین دین، بہترین صحیفہ اور محبوب ترین نبی رسولؐ کے وسیلے سے جو چیزیں انسانوں کی زندگی میں حاصل ہوئیں وہ اندھیرے میں ہر چہار سو چمکتی چلی گئیں۔ نور کے اجالے سے کائنات چمک اٹھی اور انسانوں کو جو لذتیں حاصل ہونے لگیں وہ انسانی تاریخ کا بہترین باب ہیں۔ اسلام کے پرچم تلے وسط ایشیا اور افریقہ براعظم کے شمالی حصے سے لے کر یوروپ کے اسپین اور فرانس تک اسی نور سے اجالے ہوتے گئے اور قریب سو برس کے عرصے میں دنیا کا بہت بڑا علاقہ انسانوں کے دل ودماغ کو منور کرگیا۔

۷۱۲ء کے زمانے میں ہندوستان کے مغربی حصے سندھ اور مرکزی ایشیا پر اسلام چھا گیا تھا۔ اسلام کے ماننے والوں کا اتنی سرعت کے ساتھ پھیلنا یقیناً ایک حیرت انگیز بات ہے۔ عرب کے صحرانشین اسلام کے نور سے اس طرح مسرور اور اتنا غالب ہوئے کہ اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ان کی توانائی اور ترقی کا راز بے شک اپنے رسول آخرالزماںؐ کی دعاؤں اور آپ کے اعمال اور تعلیمات کے نتیجے میں پوشیدہ تھا۔ بنی نوع انسان کی ہدایت کا جملہ سامان اسلام میں موجود ہے۔ جو انسانی تاریخ میں پہلی بار انسانوں کو ملا جسے نبی کریمؐ نے اپنی زندگی سے پیش کیا جن کا گہرائی سے مطالعہ ہمیں بتارہا ہے کہ بہترین ذات کی رہنمائی انسانوں کو حاصل ہوئی۔ جس کے نتیجے میں نامکمل اور فرسودہ نظریات کا دبدبہ مٹتا گیا اور ایک ایسے حوصلہ وعزم کا سرور دل ودماغ میں رچ بس گیا جس سے انسانی تاریخ بدلنے لگی۔ دنیا کی تہذیبیں بے راہ روی اور گمراہی کا شکار تھیں اسلام نے انہیں دور کیا اور اسلام کے چاہنے والوں میں بھرپور اسلامی کردار کے سہارے یعنی دلوں میں ایمان اور سروں پر گویا اللہ کا سایہ ساتھ ساتھ پھیلتا گیا۔ زندگی کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول کریمؐ کی رسالت اور سنن کی پیروی تھا۔ وہ نعرہ فقط کلمہ طیبہ ہوا کرتا تھا۔ اسی نعرے کے زور پر پوری دنیا میں انقلابات برپا ہوگئے ۔ اس نعرے کا عشق اور اس کی قوت اس قدر ہوا کرتی تھی کہ علمبرداروں کے جسد خاکی کے مدفون ہوجانے پر بھی ہم انہیں بھولتے نہیں تھے۔ ہماری تعداد کم تھی اور ہم حاکم تھے۔ آج ہماری تعداد بہت ہے لیکن ہم گویا بےبس جیسے ہیں گزشتہ ساٹھ برسوں میں آزادی ہند کے بعد سے کم وبیش پندرہ ہزار چھوٹے بڑے ملاکر فسادات ہندوستان میں ہوئے اور حالات ایں جا سچر کمیٹی رپورٹ رسید۔

انگلینڈ کی تاریخ میں ایک عظیم جنرل سرفلپ سڈنی کا نام آتا ہے۔ وہ ایک جنگ میں زخمی پڑا ہوا تھا۔ اشارے سے اس نے پینے کا پانی مانگا اور اس کے افسران نے بھاگ کر ایک چشمے کا پانی پینے کو دیا۔ پانی پینے سے پہلے اس نے دیکھا کہ قریب پڑے ہوئے دو چار سپاہی پانی کے پیالے کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ جنرل نے ان سپاہیوں کو پینے کے لیے دے دیا اور کہا کہ ان کی پیاس میری پیاس سے زیادہ شدید ہے۔

جنرل سرفلپ سڈنی کے اس عمل سے اور اس سے ۱۴۰۰ سو برس پہلے ہمارے سامنے اس سے کہیں بہتر اعمال ہیں جن کو ہم فراموش کر چکے ہیں۔ یعنی نبی کریمؐ کا خود بھوکا رہ جانا اور لوگوں کو کھلا دینا۔ جنرل جیسا کردار برطانیہ کے باشندوں میں جب پیدا ہوگیا تو برطانوی حکومت پوری دنیا میں پھیلتی چلی گئی تھی اور عیسائی مشنریوں نے خوب سے خوب تر دنیا کے انسانوں کے سامنے پیش کیا وہ چھا گئے۔ اپنے حاصل کردہ علوم وفنون، شرافت اور انسانیت کا درس دنیا کے انسانوں کو سکھاتے رہے۔ ان کی درس گاہیں گھروں میں بلاتفریق مذہب وملت داخل ہوتی چلی گئیں اور لوگ اپنی دھوتیاں، شلواریں اور تہبند چھوڑ کر پتلون پہننے لگے۔ ازار بند باندھنے کی بجائے ٹوپیاں باندھنے لگے۔ برطانیہ کے مفکرین، دانشوران اور سیاسی رہنماؤں نے باشندوں کو باادب اور مہذب بنانے کی بھرپور کوشش کی اپنی درس گاہوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں علم وہنر اور انسانیت اور اخلاقیات کا بہترین سبق پڑھایا۔ وہ دنیا میں مقبول ہوتے گئے اور رفتہ رفتہ حتی کہ اسلامی علاقوں میں بھی اپنا سکہ جمایا۔

یہاں اب غور کرنا اور بہت سنجیدگی سے دیکھنا ہے کہ آخر برطانیہ Great Britain بن کر ہمارے درمیان ہم پر مسلط کیسے ہوگیا۔ قرآن حکیم کی تلاوت ہمارا نور بڑھاتی ہے، یہاں کامیابی اور غالب زندگی گزارنے کی الٰہی ہدایت ملتی ہے۔ لیکن صد افسوس کہ قرآن کا نور ہم سے چھینتا گیا اور برطانوی کتابوں اور سبق کی طرف لپکتے ہوئے ہم اپنا عظیم ترین سرمایہ لٹا بیٹھے۔ شیطان، انسان کی کمزوریوں پر حملے کرکے انہیں گمراہ اور معتوب کرتا ہے۔ تاریخ کے اوراق ہمیں بتارہے ہیں کہ جب اسلام پر چلنے والوں میں تن آسانی آگئی، عیش وعشرت میں اوقات گزرنے لگے۔ پنجگانہ نمازوں کے اوقات کی پابندی ختم ہوگئی، تسبیح خوانی کی جگہ جام وسبو کا دور چلنے لگا، مصلے کی بجائے گھروں میں قالین بچھنے لگے، دسترخوان پر کھانے کے بجائے ڈائننگ ٹیبل سجنے لگے، حمد ونعت خوانی کی محفلوں کی جگہ جب رقص وسرور اور ڈانس پارٹیاں آراستہ ہونے لگیں تو ہمارے حالات بدلے، ہماری صورتیں بدلیں اور ہماری زندگی بدل گئی۔ اور یہی ہماری مغلوبی، محکومی اور محرومی کے اسباب ہیں۔ تن آسانی پر اور ہمارے حالات پر علامہ اقبالؒ نے ایک نظم ''علی گڑھ کے طلباء کے نام'' لکھی تھی جس کا ایک شعر اس طرح ہے۔

تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

علامہ اقبالؒ کی شاہکار نظم شکوہ اور جواب شکوہ پڑھنے کے بعد ہماری وہ زندگی اور یہ زندگی نہ صرف سامنے آجاتی ہیں بلکہ وجوہ کی معلومات بھی ہوتی ہے۔ انگریز ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی مادّی اور بنیادی علوم وحکمت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے نسخے لے کر آئے جن سے انہوں نے ہماری صحت چھین لی اور بہت سے امراض کا شکار بنادیا۔ خوشحال اور سرکردہ خاندان کے چشم وچراغ کو بہت سلیقے سے اپنی درس گاہوں میں اپنے رنگ میں رنگا اور جج، کلکٹر، بیرسٹر اور مجسٹریٹ کے عہدوں پر فائز کیا۔ اُن کی حویلیوں میں باسلیقہ گورنس (Governess) مقرر کی گئیں کہ بچوں کی تعلیم وتربیت فرمائیں گی اور بچوں کی مائیں سولہ سنگار کرکے بیٹھیں گی، چھالیاں کتریں گی، سجے سجائے پاندان سے لطف اندوز ہوں گی اور حویلیوں کی چہاردیواریوں میں آرام سے زندگی گزاریں گی۔ علم وہنر سے انہیں دور رکھا گیا۔ بیگمات اور بیویوں کے لئے امور خانہ داری میں دلچسپی معتوب ہوگئی۔ ادھر ہماری نسلیں گورنیس کی دیکھ ریکھ سے گزر کر آکسفور، اور کیمبرج پہنچیں اور لوٹیں تو ٹائی اور سوٹ، سیگار اور شیمپین کی شوقین بن کر لوٹیں۔ ان حالات پر اکبر الہ آبادی نے بہت کچھ لکھا ہے کہ جو نظمیں اس زمانے کی صحیح عکاسی کرتی ہیں۔ مگر سرسید مرحوم زمانے کے تقاضے کو سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے مغربی ممالک کے سفر کے دوران اُن قوموں کی خوشحالی اور ترقیات کو دیکھا تھا جس کے نتیجے میں انہوں نے اپنا ایک خواب سجایا۔ وہی خواب جو بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کی شکل میں شرمندۂ تعبیر ہوا۔ دین ودنیا سنوارنے کے لئے یہ دانش کدہ ہمارے بہت کام آیا۔ لیکن مغربی تسلط سے دور رکھنے کے لئے ان دنوں ہمارے بزرگوں نے خالص قومی اور ملی کردار پیدا کرنے کے لئے علی گڑھ سے علیحدگی کا نعرہ دیا۔ آغاز جامعہ ملیہ اسلامیہ کا علی گڑھ ہی سے ہوا۔ لیکن ان بزرگوں نے حکیم اجمل خاں کی سرپرستی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کو اوکھلا، دلی میں قائم کردیا۔ حکیم اجمل خاں کے بعد اس کی سرپرستی ڈاکٹر ذاکر حسین نے ۲۹ سال کی عمر سے نبھائی۔ اُدھر دکن میں نظام حیدرآباد نے عثمانیہ یونیورسٹی کے نام سے عظیم درسگاہ قائم کی اور دنیا کی تمام کارآمد اور مفید کتابوں کو اُردو میں ترجمہ کرکے ہمارے لئے ضخیم سرمایہ مہیا کردیا۔ جس سے ہمیں بہت فائدے ہوئے۔ ان تین بڑے دانش کدوں کے علاوہ ہندوستان میں بہت ساری درسگاہیں چلائی جاتی رہیں۔ جنگ آزادی میں ہمارے بزرگوں نے ہمت، حوصلہ اور دولت کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس جنگ میں سب ساتھ تھے۔ ملک آزاد ہوا، لیکن انگریزی سامراجیت اور ہندوستان کے برہمنوں کی سازش کے نتیجے میں ملک منقسم بھی ہوگیا۔ ملک کی تقسیم سے ہمیں گہرا گھاؤ (زخم) ملا۔ پاکستان بنا تو لیکن آپسی دشمنی اور عداوت پنپتی رہی۔ پاکستان بھی زبان اور نسل کی بنیادوں پر بے سکونی کا شکار ہے۔ اسی بنیاد پر پاکستان کی کوکھ سے بنگلہ دیش پیدا ہوا۔

انگریزوں نے ۱۹۴۷ء کے پہلے تک ہم سے جو کچھ چھینا تھا وہ ہمیں قلاش نہیں بنا پایا تھا۔ آزادی کے بعد کانگریسی حکومت کے دور میں کیا کہا جائے اور بھی بہت کچھ چھن گیا۔

نظام حیدرآباد پر کانگریس حکومت کے آئرن مین (Iron Man) کہلانے والے سردار ولبھ بھائی پٹیل نے جو پنڈت جواہر لال نہرو کابینہ کے ہوم منسٹر تھے، پولیس ایکشن کروایا۔ نظام کی بہت بڑی دولت حیدرآباد سے ہٹا کر ملک کے خاص بینکوں میں منتقل کردی اور نظام نے اُردو میں جو دنیا کے علوم کا خزانہ جمع کیا تھا اُسے نامعلوم مقام پر لے جاکر دفن کردیا گیا۔ حیدرآباد کے ایک بڑے اسکالر ڈاکٹر حبیب اللہ انصاری صاحب جو علی گڑھ یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ ان کی زبانی یہ معلومات مجھے ہوئی ہے۔ ہائے اُردو کا وہ ضخیم خزانہ ہم سے لٹ گیا۔ ہم سے چھن گیا اور ہم میں سے صرف چند ذی شعور حضرات کو اس کا علم ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نت نئی سازشوں کا شکار آزادی کے بعد سے ہوتی رہی۔ وہاں فسادات بھی جم کر ہوئے اور اس کا اقلیتی کردار ہمیشہ ریاکاری، فریب اور حکومت کے فیصلوں سے پریشان رہا ہے۔ جامعہ اسلامیہ، دہلی بھی حکومت کے بدلتے فیصلوں میں ڈانواڈول ہے۔ یہ دانش کدہ پڑھنے والی نسل کے لئے وہ کردار پیدا نہیں کرپارہا ہے۔ جس کا تصور ہمارے بزرگوں نے کیا تھا۔ ملک کے مدارس اسلامیہ بیتے دنوں لال کرشن آڈوانی ''مہاراج'' کی سازشوں کا شکار ہوئے اور یہ بتایا جاتا رہا کہ یہ مدارس دہشت گردی کی تربیت گاہیں ہیں۔ نہ صرف ہمیں تعلیم یافتہ دیکھنے پر انہیں غصہ آتا ہے اور وہ سازش کرتے ہیں بلکہ ہمارا گھروں میں جینا بھی نئی نئی ترکیبوں سے دوبھر کیا جارہا ہے۔ آئے دنوں ہمارا پرسنل لا مجروح کیا جاتا ہے اور ملک کی عدالتیں ہماری شریعت کو للکارتی ہیں۔ ہمارے انتشار کا گویا کلائمکس (Climax) اب چند دنوں سے دکھائی دے رہا ہے۔ ملک کی سب سے معتبر اور مرکزی تنظیم جمعیۃ العلماء میں زبردست پھوٹ ڈال دی گئی ہے۔ پہلے بھی ملک کے مسلمانوں کو شیعہ-سنی اور دیوبندی- بریلوی مسلکوں کی بنیاد پر خوب خوب لڑایا گیا۔ اور دنیا کو یہ دکھایا گیا کہ یہ مسلمان آپس ہی میں جنگ وجدل کرتے ہیں۔ ہم تو ان کے دشمن نہیں ہیں۔

بات یہاں آکر اٹکتی ہے کہ ہمارے درمیان آج کاش کوئی مولانا آزاد ہوتا، کوئی محمد علی جوہر ہوتا، حکیم اجمل خاں ہوتے، ڈاکٹر مختار احمد انصاری ہوتے اور ہماری یکجائی اور ہمارا اتحاد ہوتا ہمارے درمیان اگر ایسی معتبر اور محترم ہستیاں نہیں ہیں تو۔

اے آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

بجائے صدمات میں زندگی گزارنے کے ہم شہری پیمانے پر ہی صحیح اُن بزرگوں جیسا کوئی پیدا کریں۔ اور جو پیدا ہو رہا ہے اُسے تقویت پہنچائیں۔ تمام جمہوری ضابطوں کے تحت جلسہ جلوس کی گرماگرمی پیدا کریں۔ ہر جمہوری عمل کریں اور صرف ایک کام نہ کریں۔ جو ہے اپنا ذاتی مفاد۔ یعنی سوادبازی چھوڑدیں۔ ●●

اہم خبروں کا اختصار

ملکی

● نئی دہلی- صدر جمہوریہ پرتبھا پاٹل نے ۹ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام دور ریاستوں کی ۱۰۷ لوک سبھا نشستوں کے الیکشن کے تیسرے مرحلہ کے لئے نوٹیفکیشن جاری کردیا۔

● رامپور- سماج وادی پارٹی کے قومی جنرل سکریٹری اعظم خاں نے یہاں کہا کہ سماج وادی پارٹی اس وقت بحران کا شکار ہے۔ ایک سرمایہ دار پارٹی کو برباد کرنے کی سازش کرنے میں سرگرم ہے جس کے سبب پارٹی کی پالیسیاں ناکام ہورہی ہیں اور پارٹی کو زبردست نقصان ہورہا ہے۔

● پٹنہ- ہائی کورٹ نے راشٹریہ جنتادل کے ممبر پارلیمنٹ شہاب الدین کے بعد پارٹی کے دوسرے ممبر پارلیمنٹ راجیش رنجن عرف پپو یادو کی عرضی بھی مسترد کردی۔

● نئی دہلی- سپریم کورٹ سے الیکشن لڑنے کے لئے نااہل قرار دینے کے بعد سماج وادی پارٹی نے سنجے دت کو پارٹی کا قومی جنرل سکریٹری بنادیا ہے۔

● نئی دہلی- پیلی بھیت سے بی جے پی کے امیدوار ورون گاندھی پر این ایس اے لگائے جانے کے خلاف دائر عرضی پر سماعت کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے حکومت اترپردیش اور پیلی بھیت کے ضلع مجسٹریٹ کو نوٹس جاری کیا ہے اور سماعت کی اگلی تاریخ ۱۳/اپریل مقرر کی ہے۔

● نئی دہلی- خصوصی سی بی آئی عدالت نے ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فساد کیس میں کانگریس کے لیڈر جگدیش ٹائٹلر کو کلین چٹ دے دی۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں کہا کہ کوئی معاملہ نہیں بنتا جس سے ان پر مقدمہ چلایا جاسکے۔

● غازی آباد- اندرا پورم مبینہ انکاؤنٹر معاملہ میں ہلاک فیروز کے والد انیس نے مقامی عدالت میں پولیس اہلکاروں کے خلاف قتل کی رپورٹ درج کرانے کے لئے عرضی داخل کی ہے۔

● دہرہ دون- لوک سبھا کے اسپیکر سومناتھ چٹرجی نے یہاں نامہ نگاروں سے کہا کہ ہندوستان میں بھی ایسا قانون بننا چاہئے کہ اپنے منتخب ممبران پارلیمنٹ کی توقعات پر کھرا نہ اُترنے کی صورت میں عوام کو ایسے ارکان کو ہٹانے کا اختیار حاصل ہوجائے۔

● بھوپال- بی جے پی کی لیڈر سشما سوراج نے کہا ہے کہ آئندہ لوک سبھا انتخابات میں اس بات کی امید کم ہی ہے کہ این ڈی اے اکثریت حاصل کرسکے۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر داخلہ پی چدمبرم نے سیکورٹی سے متعلق مسائل اور ہندوستانیوں کے ذریعہ غیر ملکی بینکوں میں چھپا کر رکھے گئے بلیک منی کے معاملہ پر تبادلہ خیال کے لئے بی جے پی کے لیڈر ایل کے آڈوانی سے ملاقات کی جنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہندوستانی شہریوں کے سوئزر لینڈ اور دنیا کے دیگر ممالک میں خفیہ کھاتوں میں ۲۵ لاکھ کروڑ سے ۷۰ لاکھ کروڑ تک کی ناجائز رقم جمع کررکھی ہے۔

● نئی دہلی- ۲۱/مارچ کو ختم ہوئے ہفتہ میں افراط زر کی شرح ۰.۲۷ سے بڑھ کر ۰.۳۱ ہوگئی۔

● نئی دہلی- این سی پی کے جنرل سکریٹری ڈی پی ترپاٹھی نے کہا ہے کہ ڈاکٹر منموہن سنگھ کانگریس کے وزیر اعظم کے امیدوار ہیں نہ کہ یو پی اے کے۔ الیکشن کے بعد یہ اس وقت کے حالات پر منحصر ہوگا کہ ہم منموہن سنگھ کو پی ایم مانیں یا نہیں۔

● ممبئی- شیوسینا کے کارکنان کے حملے کے بعد اجمل عامر قصاب کا کیس لڑنے سے منع کرنے والی سرکاری وکیل انجلی واگھمارے نے ایک بار پھر کیس لڑنے کا اعلان کیا گیا ہے اور انہیں سیکورٹی فراہم کی گئی ہے۔

● سری نگر- کشمیر کی ایک مقامی عدالت نے پیغمبر اور اسلام کے خلاف مبینہ تبصرے کے ایک دہائی پرانے معاملے میں بی جے پی کے لیڈر روِنے کٹیار کو تازہ نوٹس جاری کیا ہے۔

● نئی دہلی- صدر جمہوریہ پرتبھا پاٹل نے ۱۲۷ اہم شخصیات کو باوقار پدم اعزازات سے سرفراز کیا ہے۔

● بھوپال- الیکشن کمیشن نے عام انتخابات لڑنے والے اُمیدواروں اور سیاسی پارٹیوں کی جانب سے دولت اور طاقت کے غلط استعمال پر قابو پانے کے اقدامات کئے ہیں۔ یہ بات سرکاری ذرائع نے کہی۔

بین الاقوامی

● لندن- دنیا کے ۲۰ اہم صنعتی ممالک یہاں گروپ-۲۰ سربراہ کانفرنس میں عالمی معاشی بحران پر قابو پانے کے لئے ایک ٹریلین یادس کھرب ڈالر کے معاہدے پر متفق ہوگئے اور آئی ایم ایف کے لئے ۷۵۰ ارب ڈالر مختص کرنے پر بھی متفق ہوگئے تاکہ اقتصادی بحران سے دوچار ممالک کی مدد کی جاسکے۔

● یروشلم- اسرائیلی اخبار یروشلم پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق اسرائیلی دفاعی افسروں نے کہا ہے کہ ہند- اسرائیل حالیہ ۲.۵ بلین ڈالر کے دفاعی سودے میں بھاری پیمانے پر بدعنوانی کا الزام حکومت مخالف مسلم رہنماؤں کی سازش ہے۔

● انقرہ- یہاں ہوئے پاکستان، افغانستان اور ترکی کے سربراہ اجلاس میں دہشت گردی اور عسکریت پسندی سے نمٹنے کے لئے تعاون پر اتفاق ہوا۔ پاکستان نے افغانستان کی بحالی کے لئے اس کے پڑوسی ممالک کی کانفرنس کی میزبانی کی درخواست قبول کرلی۔

● دوحہ- وینزویلا کے صدر ہیوگوشاویز نے یہاں نامہ نگاروں سے بات چیت کرتے ہوئے بین الاقوامی کرمنل کورٹ کی طرف سے دارفور میں جنگی جرائم کے ارتکاب کے مبینہ الزامات کے تحت سوڈانی صدر عمر البشیر کے خلاف وارنٹ گرفتاری کی شدید مذمت کی اور سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش اور اسرائیلی صدر شمعون پیریز کے خلاف مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا۔

● بیجنگ- چینی حکومت زلزلہ سے متاثرہ علاقوں کے اسکولوں کے تحفظ کے لئے مزید ایک ارب ۷۰ لاکھ امریکی ڈالر خرچ کرے گی۔ یہ اطلاع مقامی میڈیا نے دی۔

● کوالالمپور- ملیشیا کے بادشاہ نے وزیر اعظم احمد بداوی کا استعفیٰ قبول کرلیا۔ ان کے جانشین ان کے نائب نجیب رزاق مقرر ہوئے ہیں جنہوں نے کچھ عرصے قبل پارٹی کی قیادت سنبھالی ہے۔

● تل ابیب- اسرائیل کے نئے وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو نے دھمکی دی ہے کہ اگر دنیا نے ایران کی جوہری سرگرمیاں بند نہیں کرائیں تو اسرائیل یہ کام خود کرے گا۔ نئی اسرائیل کابینہ کو جارحانہ پالیسی کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ وزیر خارجہ ایوگ ڈولیبر مین اور وزیر دفاع ایہود بارک بنائے گئے ہیں۔

● اقوام متحدہ- اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون نے ایک بیان میں کہا کہ اسرائیل کی نئی سرکار علیحدہ فلسطین ریاست کے قیام کے لئے کوششیں جاری رکھے گی۔

● مقبوضہ بیت المقدس- مڈل ایسٹ اسٹڈی سینٹر کے ایک سروے کے مطابق ۸۹ فیصد اسرائیلی مصر کو صحرائے سینا مکمل یا جزوی طور پر واپس کرنے کے حامی ہیں۔ مصر اور اسرائیل کے درمیان امن معاہدے کے ۳۰ سال بعد یہ سروے کیا گیا ہے۔

● ڈھاکہ- بنگلہ دیش کی وزیر اعظم شیخ حسینہ نے اپنی روایتی حریف خالدہ ضیاء کو ڈھاکہ چھاؤنی میں واقع رہائش حکومت کو واپس کرنے کو کہا ہے، جسے ۱۹۸۱ء میں خالدہ ضیاء کے شوہر اور ان وقت کے صدر ضیاء الرحمٰن کے قتل کے بعد انہیں دیا گیا تھا۔

● لاہور- سری لنکائی کرکٹ ٹیم پر حملے کے بارے میں ایک تحقیقاتی رپورٹ وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کو پیش کردی گئی ہے، جس میں غفلت برتنے والے پولیس افسران کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے خلاف سزا تجویز کی گئی ہے۔

● گوانتاناموبے- امریکی اخبار نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق امریکی محکمہ دفاع کی فہرست کے مطابق خلیج گوانتانامو کے قید خانے میں ۷۱ پاکستانیوں سے ۶۳ پاکستانی منتقل کئے جانے کے بعد اب ۸ پاکستانی رہ گئے ہیں۔

● واشنگٹن- افغانستان میں امریکی سیکورٹی فورسیز نے اگلے سال مزید دس ہزار افواج تعینات کرنے کی درخواست ہے۔ یہ اضافہ اس سال ہونے والے ۳۰ ہزار کے اضافے کے علاوہ ہوگا۔

● بوسٹن- امریکہ کی جانچ ایجنسی کے مطابق عالمی اقتصادی بحران کے سبب اس سال سائبر کرائم میں ۵۰ فیصد اضافہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

● منیلا- اے ڈی بی کے اندازے کے مطابق ۲۰۰۹ء میں ہندوستان کی اقتصادی ترقیاتی شرح کم ہوکر پانچ فیصد تک رہ جائے گی۔

تفہیم القرآن اُردو تفاسیر میں ایک انسائیکلوپیڈیا / امیر جماعت

نئی دہلی- مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کے میٹنگ ہال میں مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی شہرۂ آفاق تفسیر تفہیم القرآن، جس کی نہایت جامع تلخیص ان کے اولین تربیت یافتہ رفیق معروف عالم دین مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے فرمائی تھی اس کے جدید ایڈیشن کا اجرا عہد حاضر کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید جلال الدین عمری کے دست مبارک سے ۲/اپریل کو عمل میں آیا۔ پروگرام کی نظامت جناب محمد نیر نے کی۔ اجلاس میں نائب امرا جناب سید محمد جعفر، پروفیسر صدیق حسن، قیم جماعت جناب نصرت علی کے علاوہ پروفیسر اختر الواسع اور مولانا عبدالوہاب خلجی مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ اس موقعے پر امیر جماعت اسلامی ہند نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی علمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انہوں نے عقیدہ، عبادت، اخلاق، تہذیب و معاشرت، معاملات، قانون وسیاست اور قومی و بین الاقوامی امور و مسائل پر بڑے مدلل انداز میں اسلامی فکر کی ترجمانی کی ہے۔ ان کی تصنیفات کی تعداد سو کے قریب ہے اور دنیا کی متعدد زبانوں میں ان کے تراجم ہوچکے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کو ایک نظام حیات کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح ہے۔ مولانا مودودیؒ نے وقت کے غیر اسلامی نظریات کو قدم قدم پر چیلنج کیا اور ان کے مقابلے میں اسلام کی برتری ثابت کی۔

مولانا نے اس خیال کی تردید کی کہ اسلام آج ناقابل عمل ہے اور اس پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا موثر اور مدلل جواب دیا۔

مولانا کے ہاں مرعوبیت نہیں ہے۔ وہ جرأت وہمت کے ساتھ مسائل کا سامنا کرتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کی بعض باتوں سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی مجموعی فکر سے اختلاف آسان نہیں ہے۔

تفہیم القرآن میں مولانا مودودیؒ کی فکر پوری طرح نمایاں ہے۔ اس میں اسلام ہر پہلو سے زیر بحث آیا ہے اور مختلف علمی اور عملی مسائل پر بہت ہی دل نشیں انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اور آج کے ذہن میں جو شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے۔ مولانا کی تفسیر اسلامی علوم کی ایک دائرۃ المعارف یا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اور تفاسیر میں یہ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی تفسیر ہے۔ یہ تفسیر چھ ضخیم جلدوں میں ہے اس سے حدیث، سیرت اور مذاہب پر متعدد کتابیں مرتب کی جاچکی ہیں۔ ضرورت اس بات کی محسوس ہورہی تھی کہ اس کی تلخیص شائع ہو، تاکہ جو لوگ تھوڑے سے وقت میں اس کے مباحث ومضامین سے واقف ہونا چاہیں وہ واقف ہوسکیں۔ محترم مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کی تلخیص تفہیم القرآن، سے یہ مقصد پورا ہوتا ہے۔ مولانا صدرالدین اصلاحیؒ نے تفہیم کے الفاظ ہی میں اس کی تلخیص کی ہے اور تفصیلی مباحث کو حذف کردیا ہے۔ مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کی کوشش کو اللہ تعالیٰ نے بڑی مقبولیت عطا کی۔ اب تک اس کے ۲۸ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اب تک تلخیص بڑی تقطیع اور باریک خط میں تقریباً بارہ سو صفحات پر شائع ہوتی رہی ہے۔ اب دو جلدوں میں مناسب ضخامت کے ساتھ بہترین شکل میں ہمارے سامنے آئی ہے۔ اس سے استفادہ آسان ہوگیا ہے۔

تقریب اجرا کے اس پروگرام میں دو نئی کتابیں پروفیسر عبدالحق انصاری سابق امیر جماعت اسلامی ہند کی ''مجدد دین امت اور تصوف'' اور ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی کی ''حشرات قرآنی'' کا اجرا بھی عمل میں آیا۔ اجلاس میں ارکان مرکزی مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند سمیت مختلف سماجی، سیاسی اور مذہبی شخصیات نے شرکت فرمائی۔

پروگرام کا آغاز عارف مصطفیٰ ندوی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کے منیجر سید عتیق الرب نے مہمانوں کا استقبال کیا اور تلخیص کے جدید ایڈیشن میں نمایاں اور واضح فرق کا تفصیل سے ذکر کیا۔ انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس کے اب تک کے مجموعی ایڈیشن اور تعداد اشاعت کو بیان کرتے ہوئے حاضرین کو اس کے ہندی ایڈیشن کے بارے میں بھی بتایا، جو دو جلدوں میں شائع ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے ملک کی بعض دیگر زبانوں مثلاً کنڑ، مراٹھی اور تیلگو میں بھی منتقل کیے جانے کی تیاری اور منصوبے سے آگاہ کیا۔ صاحب تلخیص مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کے فرزند جناب رضوان احمد فلاحی نے نئے ایڈیشن کی اشاعت پر لندن سے بذریعہ فیکس ایک پیغام ارسال کیا تھا، جسے ڈاکٹر عبدالرحمٰن فلاحی نے پڑھ کر سنایا۔ انہوں تفہیم القرآن کی تلخیص کے فیصلے کو نہایت حکیمانہ اور مبنی بردانش قرار دیا اور کہا کہ تلخیص کی وجہ سے سفر وحضر دونوں حالتوں میں تفہیم القرآن سے فائدہ اٹھانا آسان ہوگیا ہے۔ محترم امیر جماعت کی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

دعائے صحت

نئی دہلی- میرے ایک دوست جناب پرویز احمد ممبئی میں ایک سڑک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے ہیں۔ اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ دعائے صحت کی درخواست ہے۔

افضل حسین، کارکن سہ روزہ دعوت

ارکان مجلس نمائندگان توجہ فرمائیں

نئی دہلی- قیم جماعت اسلامی ہند جناب نصرت علی نے جملہ ارکان مجلس نمائندگان کے نام ۲۹/مارچ ۲۰۰۹ء کو حسب ذیل سرکلر جاری کیا ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل اطلاع دی جاچکی ہے کہ مجلس نمائندگان کا وسط میقاتی اجلاس ۲۸/تا ۳۱/مئی ۲۰۰۹ء کو ہوگا۔ اب اس کے مقام کا بھی تعین کرلیا گیا ہے اور یہ اجلاس انشاء اللہ شہر بنگلور میں منعقد کیا جائے گا۔ اجلاس کا آغاز واختتام انہی اوقات کے مطابق ہوگا جو ایجنڈے میں درج کئے گئے ہیں۔ انہیں سامنے رکھ کر اپنی آمدورفت کا ریزرویشن جلد کرالینا مناسب ہوگا۔ حسب ضرورت امیر حلقہ کرناٹک وگوا سے بھی ربط قائم کیا جاسکتا ہے۔

ایک ضروری تصحیح

۲۸/فروری ۲۰۰۹ء کے شمارے میں صفحہ ۵ پر ''نماز با جماعت میں عورتوں کی شرکت کا مسئلہ'' کے عنوان کے ساتھ جو مضمون شائع ہوا ہے اس کی آخری سطریں شائع ہونے سے رہ گئی تھیں، وہ درج ذیل ہیں:

''مسجدوں میں عورتوں کے لئے الگ جگہیں مخصوص کی ہوئی ہیں اور عورتیں وہاں نماز کے لئے جایا کرتی ہیں۔ خاص طور سے عیدین اور جمعہ کے موقع پر عورتوں کے لئے باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے۔''

دعائے مغفرت

● خیر آباد (سیتاپور)- شریف احمد اور مرحوم امیر احمد صاحب کے والد محترم احمد علی صاحب کا ۲۴/مارچ ۲۰۰۹ء کو انتقال ہوگیا۔

عارف علی انصاری، شیخ پورہ، خیر آباد

● اوہرا- رکن جماعت جناب عبدالرشید کی اہلیہ محترمہ خاتون جنت کا ۲۵/مارچ کی رات کو انتقال ہوگیا۔ عمر ۶۵ سال تھی۔

حسن امام، اوہرا

مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

سید محمد غازی کا انتقال

اورنگ آباد- جماعت اسلامی ہند کے قدیم رفیق جناب سید محمد غازی کا ۱۵/مارچ کی شب میں انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر ۸۵ سال کی تھی۔ مرحوم خلیق قناعت سند اور خود دار تھے۔ عہد شباب میں جماعت سے وابستہ ہوگئے تھے۔ وابستگی کے سبب درس وتدریس کی ملازمت بھی ترک کرنی پڑی لیکن مرحوم نے ذرہ برابر بھی فکر نہ کی اور ہر طرح کی آزمائشوں میں ثابت قدم رہے۔ دین کے کام میں مرحوم کی اہلیہ نے بھی مکمل تعاون کیا۔ جناب سید محمد غازی کو اُردو کے ساتھ مراٹھی اور انگلش پر قدرت حاصل تھی اور جماعت کے مراٹھی ترجمان مارگ دیپ کے لئے لکھتے بھی رہتے تھے۔ قناعت وخودداری کا عالم یہ تھا کہ مفلسی اور تنگدستی میں بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا بلکہ اقامت دین کا کام انجام دیتے رہے۔ جماعت کے تمام اجتماعات میں حاضر رہے، قرب وجوار میں اسلامی لٹریچر کی تقسیم، ذمہ داران کو رپورٹ دینا مرحوم کے معمولات میں شامل تھا۔

بقیہ: تعلیم وتربیت انسان کا......

میلان سے مطابقت رکھتا ہے تاکہ وہ اپنے عمل میں کامیاب ہوسکے اور زندگی کے بیش بہا اور قیمتی اوقات جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کئے ہیں انہیں مفید اور کارآمد بناسکیں، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کا مقدم فرض یہی تھا کہ لوگوں کی اخلاقی تربیت کی جائے، ان کے اندر کی برائیوں کو دور کیا جائے اور ان کے سامنے زندگی کا ایک ایسا مکمل نقشہ پیش کیا جائے جس پر چل کر انسان صحیح معنوں میں کامیاب ہوسکے۔

قرآن حکیم نے تعلیم وتربیت کے حصول کے لئے جس جس طرح سے متحرک کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور حقیقی علم وہی ہے جس کا ذکر پہلی وحی الٰہی میں ہوا ہے۔ یعنی علم انسان کی پوری زندگی اور سرگرمیوں پر محیط ہے۔ حدیث قدسی ہے مہد سے لحد تک علم حاصل کر، گویا تعلیم وتربیت ایک عمل مسلسل ہے۔ ●●

منور حسن جماعت اسلامی پاکستان کے نئے امیر

لاہور- جماعت اسلامی پاکستان کے رہنما سید منور حسن اگلے پانچ برسوں کے لئے جماعت کے نئے امیر منتخب ہوئے ہیں۔ ۱۹۴۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئے سید منور حسن کے والد کا نام سید اخلاق حسن تھا۔ نئے امیر جماعت منتخب ہونے سے قبل وہ جماعت کے سکریٹری جنرل تھے۔ وہ فی الحال کراچی سے تعلق رکھتے ہیں اور جماعت میں شامل ہونے سے پہلے وہ بائیں بازو کی طلبہ تنظیم نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے رہنما تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریروں اور جماعت کی سرگرمیوں سے متاثر ہوکر انہوں نے ۱۹۶۰ء میں جماعت کے طلبہ ونگ اسلامی جمعیۃ طلبہ میں شمولیت اختیار کرلی۔ بعد میں اس کے ناظم اعلیٰ بھی بن گئے اور تعلیمی مسائل، تعلیمی نظام اور خواتین کی تعلیم سے متعلق عوام میں بیداری لانے کے لئے کئی مہمیں چلائیں۔ اس کے علاوہ بھی وہ کئی اداروں سے وابستہ رہے۔ ۱۹۶۷ء میں باقاعدہ جماعت کے ممبر بن گئے۔ پھر یکے بعد دیگرے اہم ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز ہوتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں وہ قومی اسمبلی کے لئے بھی منتخب ہوئے۔ وہ ۱۹۹۲-۹۳ء میں جماعت اسلامی پاکستان کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بنے اور دوسرے ہی سال جنرل سکریٹری، ان کی اہلیہ مسز عائشہ منور بھی جماعت اسلامی پاکستان (خواتین) کی جنرل سکریٹری ہیں اور سابقہ قومی اسمبلی کی ممبر بھی تھیں۔ انگریزی اور اُردو میں بہترین خطیب نئے امیر جماعت منور حسن بیرون ملک کئی سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت کرچکے ہیں۔ نئے امیر جماعت کے لئے انتخاب کا عمل تقریباً تین ماہ میں مکمل ہوا۔ ہر پانچ سال بعد ہونے والے انتخابات میں اس بار ۲۳ ہزار سے زائد ارکان میں سے نوے فیصد سے بھی زائد نے نئے امیر کے حق میں ووٹ ڈالے۔ اس بار امیر جماعت کے لئے جن تین افراد کے نام تجویز کئے گئے تھے ان میں جناب منور حسن کے علاوہ جناب لیاقت بلوچ اور جناب سراج الحق کے نام شامل تھے۔ سبکدوش ہونے والے امیر قاضی حسین احمد نے خرابی صحت کی بنا پر امارت کی ذمہ داری سنبھالنے سے معذوری ظاہر کردی تھی۔ جناب سید منور حسن سے پہلے جماعت اسلامی پاکستان کے تین امراء (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، میاں طفیل محمد اور جناب قاضی حسین احمد) میں سے اوّلین امیر مولانا مودودیؒ کو چھوڑ کر دونوں سابقین ابھی حیات ہیں آخرالذکر ۲۲ برس تک امیر رہے۔ سید منور حسن کے امیر منتخب ہونے کے بعد جنرل سکریٹری کا عہدہ خالی ہوگیا ہے۔ جسے نئے امیر جماعت مجلس شوریٰ کے مشورے سے نامزد کریں گے۔

اسلام جائز طریقہ سے حصول معاش کی تلقین کرتا ہے

نئی دہلی- ''دین اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو زندگی گزارنے، اپنے بیوی بچوں اور کنبہ وعلائق کی پرورش کرنے کے لئے حصول معاش کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے لئے کوشش اور جدوجہد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ نکما بن کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے، دوسروں پر بوجھ بننے اور ان کے سہارے زندگی گزارنے سے سختی سے منع کرتا ہے۔ البتہ حصول رزق کے لئے جائز اور حلال ذرائع اختیار کرنے اور مشتبہ ومشکوک اور حرام طریقے اختیار کرنے سے روکتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بھیانک انجام کی وعید سناتا ہے۔'' ان خیالات کا اظہار امیر جماعت اسلامی ہند مولانا سید جلال الدین عمری نے اپنے خطبہ جمعہ کے دوران کیا۔

مولانا نے کہا کہ قرآن وحدیث میں بیوی بچوں والدین اور رشتہ داروں کے بہت سے قانونی، مالی اور اخلاقی حقوق بیان ہوئے ہیں۔ انسان پر اپنے پاس پڑوس اور معاشرے کی بہت سی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی میں جو وقت، صلاحیت اور قوت وتوانائی صرف ہوتی ہے وہ سب باعث اجر ہے اور ان حقوق کی ادائیگی اسی وقت ممکن ہے جب انسان کے پاس مال ہو۔ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ آدمی حصول معاش میں اور اپنی معیشت کو بہتر بنانے میں اللہ کو نہ بھول جائے۔ اس سلسلہ میں اس نے جو حدود وقیود متعین کردی ہیں اور جو قاعدے اور ضابطے بنادیے ہیں، ان سے وہ نہ ہٹے۔

(رپورٹ عبدالحق فلاحی)

ڈاڑھی سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے پر جماعت کا اظہار افسوس

نئی دہلی- سپریم کورٹ کی ایک بنچ کی طرف سے مدھیہ پردیش کے ایک مسلم طالب علم کے مقدمہ میں داڑھی کے موضوع پر دیئے گئے فیصلے کو جماعت اسلامی ہند نے انتہائی افسوسناک اور دستور میں دیئے گئے آزادی مذہب کے بنیادی حقوق اور ملک کے دیرینہ روایات کے منافی قرار دیا۔ جماعت اسلامی ہند کے سکریٹری جناب جنرل نصرت علی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ کورٹ نے مقدمہ کے موضوع سے تجاوز اور انحراف کرتے ہوئے اللہ کی کتاب قرآن کریم کے حکم ''پردہ'' پر جس طرح نامناسب تنقید کی ہے وہ اور زیادہ افسوسناک اور عدالت عالیہ کے وقار کو مجروح کرنے والی ہے۔

قیم جماعت نے مزید کہا کہ ملک کا پورا نظام بہ شمول عدلیہ ملک کے دستور کے پابند ہیں اور عدالت پر تو اس کی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دستور میں ہر شہری کو دیئے گئے اس کے حقوق کی نگہداشت کرے، لیکن اگر کوئی عدالت ایسا نہ کرکے اس کے برعکس ایک شہری کے ذریعہ اپنے دین کی کسی معروف تعلیم پر عمل کو ''طالبان'' کا طعنہ دے کر انصاف کے طالب کی دل آزاری بھی کرے تو عدلیہ کا یہ طرز عمل دستور کے منشا پر ضرب کے ہم معنی کہلائے گا اور غیر ضروری طور پر ملک کی بیس کروڑ مسلم آبادی کے لئے اضطراب کا باعث بنے گا۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت فی الفور اس نارو ا فیصلے کو تبدیل کرنے کی کوئی صورت نکالے۔

تعارف اسلام سے متعلق ہندی ویب سائٹ کا اجراء

نئی دہلی- مرکز جماعت اسلامی ہند میں اسلام کے تعارف کی ہندی ویب سائٹ www.islamdharma.org کا ۲۸/مارچ کو افتتاح ہوا۔ یہ ویب سائٹ جماعت اسلامی ہند کی ریاستی شاخ ''دہلی وہریانہ'' نے تیار کی ہے اور ہندی داں طبقے کو خصوصاً ایسے برادران وطن کو پیش کی جو ہندی زبان میں اسلام کو اس کے معتبر ذرائع سے سمجھنا چاہتے ہوں۔ ویب سائٹ میں اسلام، ایمان، عبادات، قرآن، حدیث، شریعت، حضرت محمدؐ (زندگی، پیغام اور آپ کے ذریعہ لایا ہوا انقلاب) اسلامی نظام حیات، عالم نسواں اور اسلام، اور حقوق انسانی کے موضوعات کے ساتھ ساتھ، اسلام پر اعتراضات وسوالات کا جواب، مشہور ہندوستانی غیر مسلم دانشوروں کے اسلام کے بارے میں تاثرات اور چند ہندوستانی نو مسلمین کی خود نوشتہ سرگزشت پر مشتمل ابواب شامل ہیں۔

ویب سائٹ کا افتتاح مولانا سید جلال الدین عمری امیر جماعت اسلامی ہند نے کیا۔ انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اطمینان ظاہر کیا کہ ہمارے درمیان، ہندی زبان میں تقریر وتحریر کی صلاحیتوں کے حامل افراد موجود ہیں۔ موصوف نے ہندی زبان میں دعوت کی اہمیت بتائی۔ اس سے قبل سائٹ کے انچارج جناب محمد زین العابدین منصوری سکریٹری شعبۂ دعوت حلقہ دہلی وہریانہ نے قرآن کی سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۴ کے حوالے سے ہندی زبان میں جو کہ قومی اور تقریباً ۳۰ کروڑ انسانوں کی مادری زبان ہے، اسلام کو برادران وطن سے متعارف کرانے کی اہمیت وضرورت واضح کی اور سائٹ کے افتتاح کے بعد، سائٹ کے مشتملات کی نمائش کے ذریعہ سائٹ کے موضوعات کا تعارف کرایا۔

کوئی بھی مذہب دہشت گردی کو پسند نہیں کرتا

علی گڑھ- ''مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے رہنما صرف اور صرف اس لئے آئے کہ دنیا میں مذہبی قدروں کی بحالی ہو۔ کوئی بھی مذہب خاص طور سے دو سوالات کے جوابات دیتا ہے ایک یہ کہ انسان کا رشتہ اس کے پیدا کرنے والے کے ساتھ کیا ہے، نیز اس کے اردگرد جو دوسرے لوگ رہتے ہیں ان کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہے؟'' یہ باتیں پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی صدر شعبہ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے جماعت اسلامی ہند اے ایم یو ایریا کے زیر اہتمام بہ عنوان ''انسداد دہشت گری میں مذہب کا کردار'' کے موضوع پر منعقد سمپوزیم میں کہیں۔ فادر جارج پال پرنسپل سینٹ فڈلیس سینیر سکنڈری اسکول علی گڑھ نے کہا کہ کوئی بھی مذہب دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا۔

آج دہشت گردی بڑھ رہی ہے اور اخلاقی قدریں گھٹ رہی ہیں، کیونکہ ہم عبادت کے اصل مفہوم سے ناواقف ہوگئے ہیں۔ دہشت گردی کی اہم وجوہ میں نااُمیدی، غلط رہنمائی، عدم تحفظ کا احساس اور سماجی، سیاسی، معاشرتی ناانصافی ہے۔ اگر یہ ختم ہوجائے تو بدامنی خود بخود ختم ہوجائے گی۔ پروفیسر بدھ سین شرما نہار سابق پروفیسر شعبہ ہندی اے ایم یو نے کہا کہ دہشت گردی کا مسئلہ کسی ایک ملک یا مذہب کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری دنیا کا پیچیدہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اس کو بڑھاوا دینے والے کوئی اور نہیں بلکہ وہی لوگ ہیں جو اس کے خلاف سب سے زیادہ آواز بلند کررہے ہیں۔ گیانی رنجیت سنگھ بے دھڑک نے کہا کہ گرونانک جی کی پوری تعلیمات کا انحصار دنیا میں امن وامان اور بھائی چارگی کو عام کرنا ہی ہے۔ جب کبھی کسی شرپسند عناصر نے مسلمانوں کے ساتھ کبھی ظلم وزیادتی کا مظاہرہ کیا تو گرونانک جی نے مسلمانوں کا کھل کر ساتھ دیا اور ظالم کو ان کے ظلم سے روکنے کی کوشش کی۔ جین مذہب کے اسکالر ڈاکٹر اے کے جین نے کہا کہ اس مذہب کے آخری تری تھنکر مہاویر جین ہیں۔ انہوں نے جو تعلیم دنیا کو دی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی کسی مخلوق کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے، چاہے وہ انسان ہوں یا حیوان یا چرند وپرند۔ جناب شیو سنگھ اوت نے کہا کہ آج دنیا میں کیا ہورہا ہے خود ہمارے ملک کی حالت بڑی تشویش ناک ہے۔ مذہب کے دروازے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں مگر آج بھی دلتوں کو مذہبی جگہوں پر جانے سے منع کیا جارہا ہے۔ سیاسی لیڈرس کس پیمانے پر ظلم وبربریت کا درپردہ مظاہرہ کررہے ہیں۔ سب کچھ جاننے کے باوجود اسے کوئی دہشت گردی نہیں کہتا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ قرآن اپنے ماننے والوں سے کہتا ہے کہ اللہ کی زمین پر فساد برپا نہ کرو۔ فساد صرف یہی نہیں ہے کہ لوگوں کا قتل کیا جائے۔ امن وامان کو خراب کرنا بھی جرم ہے۔ پروگرام کی نظامت پروفیسر ادریس نے کی، جماعت اسلامی ہند اے ایم یو ایریا کے امیر ڈاکٹر صفر سلطان اصلاحی نے سمپوزیم کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی۔ آخر میں مہمان مقررین کی خدمت میں قرآن کریم کا تحفہ پیش کیا گیا۔ پروگرام میں مسلم یونیورسٹی، سول لائنس اور شہر کے تقریباً ڈیڑھ سو افراد شریک تھے۔

ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین

جی ہاں، نیند کے بارے میں کیا کبھی آپ نے کچھ سوچا ہے؟ میٹھی نیند سے محظوظ ہونا تو ہر کوئی پسند کرتا ہے لیکن نیند جب غائب ہوجائے تب اس کی قدر کا احساس ہوتا ہے، موت کا ایک دن معین ہے۔ نیند کیوں رات بھر نہیں آتی، کے مصداق نیند میں بھی ایک نصیحت ہے کہ انسان ہمیشہ کی نیند سونے سے پہلے پہلے موت کی یاد دلانے والی کیفیت یعنی ''نیند'' سے بھی کچھ درس وعبرت حاصل کرے اور خواب غفلت سے بیدار ہوجائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے ''اور (بھی) اس کی قدرت کی نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل (روزی) کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے۔'' یہ ارشاد اس نکتہ کو واضح کررہا ہے کہ نیند اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ بیشک نیند اللہ رب العزت کی نعمتوں میں سے ایک ہے اور اس نعمت کا اندازہ وہ شخص اچھی طرح کرسکتا ہے جو کبھی بے خوابی کا شکار ہوجائے، دن کو اللہ جل شانہ نے کام کے لئے اور رات کو آرام کے لئے بنایا ہے اور نیند سبب ہے آرام کا اور قرآن کریم میں یہ اعلان کیا جارہا ہے۔ ''اور ہم نے نیند کو آرام کا سبب بنایا اور رات کو ہم نے پردہ بنایا اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا۔''

انسانی ذہن کی مختلف کیفیات:

اطراف کے ماحول کا انسانی مزاج پر گہرا اثر ہوتا ہے کبھی وہ خوشی کے جذبات سے سرشار ہوتا ہے تو کبھی اداس ومغموم نظر آتا ہے کبھی وہ جوش وامنگ وحوصلے کی باتیں کرتا ہے تو کبھی اسے شکست وناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی وہ بیداری میں نظر آتا ہے تو کبھی گہری نیند میں سوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ بہرحال ان تمام کیفیات کا دارومدار قابو اور کنٹرول انسانی دماغ کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ موت کی یاد تازہ کرنے والی کیفیت جسے نیند کہتے ہیں کے متعلق بھی جاننا ضروری ہے کہ آخر نیند کس کیفیت کا نام ہے؟ نیند کیوں اور کس طرح آتی ہے؟ نیند کی اقسام کتنی ہوتی ہیں؟ خواب کیا ہوتا ہے؟ نیند کے دوران کن غیر عمومی (Abnormal) معاملات کا مشاہدہ کیا گیا ہے؟ دوپہر میں کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام یعنی قیلولہ (Mid day nap) کے کیا فوائد ہیں؟ اچھی نیند آنے کے لئے کون سے عوامل (Factors) ضروری ہیں؟ رات کے کھانے اور سونے میں کتنے گھنٹوں کا وقفہ ہونا چاہئے؟ اور اچھی نیند حاصل کرنے کے لئے کون سی احتیاطی تدابیر ضروری ہیں؟ وغیرہ

نیند کی تعریف:

طب کی معیاری کتابوں میں نیند کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے۔ ''نیند بے ہوشی کی ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے جس میں سے اس شخص کو کسی حرکت یا (Stimuli) کے ذریعے بیدار کیا جاسکتا ہے لیکن اگر وہ شخص اس کیفیت سے بیدار نہیں ہوسکا تو اسے نیند نہیں بلکہ ''کوما'' (Coma) کہا جائے گا۔

نیند کے درجات:

نیند کے موضوع پر تحقیق کرنے والے اسکالرز یا ماہرین نے نیند کو درج ذیل دو درجات (Stages) میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) (Slow wave sleep) اس قسم کی نیند میں دماغ کی لہریں طویل لیکن سست رفتار ہوتی ہیں۔

(۲) (Rapid eye movement sleep) REM اس قسم کی نیند میں آنکھوں کی حرکت بہت تیز رفتار ہوتی ہے جب کہ انسان نیند کی حالت میں ہوتا ہے رات میں عام طور پر نیند (Slow Wave Sleep) ہوتی ہے یہ انتہائی گہری (Deep Sleep) اور اطمینان بخش قسم کی نیند ہوتی ہے مستقل کئی گھنٹوں تک جاگنے کے بعد جب کسی شخص کو نیند آتی ہے تو نیند کے ابتدائی مرحلے میں وہ شخص اسی قسم کی نیند سے محظوظ ہوتا ہے۔ بصورت دیگر (Rapid eye movement sleep) REM مختلف مرحلوں (Episodes) میں مکمل ہوتی ہے اور ایک نوجوان شخص میں اس قسم کی نیند، نیند کے کامل وقفے کے تقریباً چوتھائی حصہ کے برابر ہوتی ہے۔ Rem Sleep کا یہ مرحلہ (Episode) تقریباً ڈیڑھ گھنٹے پر مشتمل ہوتا ہے اس قسم کی نیند اطمینان بخش نہیں ہوتی اور عام طور پر نیند کے اسی مرحلے میں خواب نظر آتے ہیں۔

نیند، قدرت الٰہی کی ایک نشانی

نیند کے متعلق چند بنیادی معلومات:

نیند ایک انتہائی پیچیدہ حیاتیاتی نظام ہے جو ہر انفرادی شخص میں مختلف ہوتا ہے۔ ایک تندرست وبالغ شخص میں اوسطاً نیند کا وقفہ تقریباً پانچ تا سات گھنٹوں کے درمیان ہوتا ہے لیکن مختلف افراد میں یہ وقفہ چار تا دس گھنٹوں کے درمیان بھی ریکارڈ کیا گیا ہے، کم سونے والے افراد زیادہ تر متحرک وفعال ہوتے ہیں البتہ زیادہ سونے والے عام طور پر سست اور کم متحرک پائے جاتے ہیں۔ نومولود بچوں میں نیند کی شرح زیادہ ہوتی ہے اس لئے چوبیس گھنٹوں میں سے تقریباً بیس گھنٹے بچوں کو سلانا ضرور ہوتا ہے تاکہ ان کے جسم وذہن کی نشوونما اور (Development) صحیح طور پر ہوسکے، مابعد جیسے جیسے ان کی عمر بڑھتی جاتی ہے بچوں میں نیند کی شرح کم ہوتی جاتی ہے، عالم شباب میں نیند جلد آجاتی ہے جب کہ بڑھاپے میں نیند قسطوں میں مکمل ہوتی ہے

دن ذہن اور جسم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں جس کی بناء پر انسان اپنے تمام معمولات کی تکمیل کرتا ہے اس دوران انسانی دماغ سے الفا لہریں نکلتی ہیں دن بھر کی محنت کے بعد جسم تھک جاتا ہے تو ذہن بھی تھکاوٹ محسوس کرتا ہے اور رات کے کھانے کے بعد انسان جب اپنے بستر پر لیٹنے کی کوشش کرتا ہے یا نیند کے کمرے میں داخل ہوتا ہے تو جسم کی Posture (ہیئت) بھی تبدیل ہوجاتی ہے، آنکھیں اور کان بند ہوجاتے ہیں۔ تیس زاویے کی حالت Vestibular Output میں کمی ہوجاتی ہے اس طرح دماغ کی بیٹری کو Stimulation حاصل نہیں ہوتا اور وہ Brain Cortex کو Allert نہیں رکھ پاتا، بعد ازیں تمام Motor Signals مدھم ہوجاتے ہیں اور Muscle Tone کم ہوتے ہوتے بالکل Relax ہوجاتا ہے۔ دریں اثناء BMR کم ہوجاتا

دماغی میں اضافہ کرتا ہے۔ ☆ قیلولہ سے تھکان دور ہوجاتی ہے ☆ قیلولہ ذہنی تناؤ کو کم کرتا ہے۔ ☆ قیلولہ سے یادداشت وحافظہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ☆ قیلولہ سے سیکھنے وسمجھنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ☆ قیلولہ سے ذہنی نشوونما اور آئی کیو Cognitive Devleopment میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

قیلولہ کے متعلق طبی تحقیق:

(۱) یونان کی ایک مشہور یونیورسٹی University of Athens medical School میں قیلولہ کے موضوع پر ایک ریسرچ کی گئی ہے جس میں یونان کے تقریباً ۲۳،۶۸۱ مرد وخواتین شامل تھے ۱۹۹۴ء تا ۱۹۹۹ء کے چھ برس پر مشتمل اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ ان لوگوں میں دل کے امراض سے موت کی شرح کم پائی گئی جو قیلولہ کے عادی تھے، بہ نسبت ان لوگوں کے جو دوپہر میں کھانے کے بعد قیلولہ کرنے کے

ابتدائی شب کی نیند صحت کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے لہٰذا رات میں جلد از جلد سوکر صبح سویرے اٹھنے کی عادت ڈالی جائے اور رات میں دیر تک جاگتے رہنے اور دن میں سونے کی بری عادت کو بھی ترک کیا جائے۔ رات کے کھانے اور سونے میں کم ازکم تین گھنٹوں کا وقفہ رکھا جائے تاکہ رات کا کھانا ہضم ہوجائے اور اچھی نیند آسکے۔ سوتے وقت اللہ کا ذکر کرنے کی عادت ڈالی جائے تاکہ خالی الذہن ہوکر سکون کے ساتھ میٹھی نیند سے اللہ کا بندہ اللہ کی اس نعمت سے محظوظ ہوسکے۔

خلاف معمول رات میں کام کرنے والے (نائٹ شفٹ) افراد دن کے وقت (Biological Clock) کے مطابق اپنی نیند مکمل کرلیتے ہیں۔ نیند جسم کے لئے راحت وتسکین کا سبب ہوتی ہے اور خصوصاً نیند کی حالت میں دماغ اور نظام اعصاب کے تمام حصوں کو آرام وسکون حاصل ہوتا ہے، نیند سے دن بھر کی تکان دور ہوجاتی ہے اور جسم کے سارے عضلات (Muscles) کو بھی آرام پہنچتا ہے اور وہ بالکل Relax ہوجاتے ہیں۔ حالت بیداری میں کمی ہوجاتی ہے اور جسم میں وقوع پذیر مختلف کیمیاوی وطبعی کیفیات میں بھی بڑی حد تک تخفیف ہوجاتی ہے۔ نیند کی حالت میں جسم کو تو مکمل آرام ملتا ہے لیکن دماغ مستقل مشغول رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا درست ہوگا کہ نیند میں جسم سوتا ہے لیکن دماغ جاگتا رہتا ہے اسی لئے نیند کی ایک قسم (Rem Sleep) کو نیند تضاد (Parodox Sleep) بھی کہا جاتا ہے۔

نیند کس طرح آتی ہے؟

نیند کے چند مشہور سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ دماغ میں دوران خون میں کمی کی وجہ سے بھی نیند آجاتی ہے لیکن اس نظریہ کو آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ نیند کے دوران بھی دماغ میں خون کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے جس طرح حالت بیداری میں پائی جاتی ہے۔ البتہ یہ ممکنات میں سے ہے کہ دماغ کے مخصوص حصے مثلاً درمیانی دماغ (Mid Brain) تک خون کی مقدار کم پہنچ پاتی ہے جس کا تعلق نیند کے نظام سے ہوتا ہے۔

☆ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ دماغ میں آکسیجن کی کمی سے نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور انسان سوجاتا ہے۔ ☆ نیند کے متعلق ایک کیمیاوی نظریہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ جب کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO_2) میں اضافہ ہوتا ہے اور آکسیجن میں کمی واقع ہوتی ہے تو ایک مخصوص کیمیاوی مادہ (hypnotoxin) پیدا ہوتا ہے جو نیند کا سبب بنتا ہے۔ ☆ یہ نظریہ بھی عام طور پر قابل قبول ہے کہ دماغ کے ایک حصے Diencephalon میں جاگنے کا مرکز (Wakefulness Centre) ہوتا ہے جہاں مختلف حرکات اور Activities کی وجہ سے مستقل اشارے (Impulses) حاصل ہوتے رہتے ہیں اور جب تک یہ مرکز جاگتا ہے تو انسان بھی جاگتا رہتا ہے اور جب یہ بالکل کم ہوجاتے ہیں تو وہ شخص تقریباً سوجاتا ہے۔

☆ ایک مشہور پاکستانی سائنسداں بریگیڈ ڈاکٹر سعادت علی خاں سے حرم کی شریف میں راقم سطور کی ملاقات ہوئی ہے ان سے دوران گفتگو نیند کا موضوع زیر بحث آیا تو انہوں نے نیند کے متعلق اس اہم گتھی کو درج ذیل الفاظ میں انتہائی سہل کردیا کہ تمام

ہے، اس حالت میں جسم میں CrisisEmergency نہیں ہوتے اور بدن آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوجاتا ہے انسان ایسی ذہنی وجسمانی کیفیت میں آجاتا ہے جہاں اپنے ماحول سے اس کا رشتہ عارضی طور پر منقطع ہوجاتا ہے اور وہ ایسی کیفیت میں پہنچ جاتا ہے جسے ہم نیند کہتے ہیں۔

نیند کی اقسام:

محققین نے نیند کو مختلف اقسام مثلاً:
Deep Sleep. Warm Sleep. Cold Sleep. Rapid Eye Movement Sleep. Half Sleep
وغیرہ کے طور پر تقسیم کیا ہے۔

قیلولہ: دوپہر میں کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے (Mid-day nap) کو قیلولہ کہتے ہیں ایک اوسط وزن کے صحت مند شخص کے جسم میں خون کی کل مقدار تقریباً پانچ لیٹر ہوتی ہے، کھانا کھانے سے پہلے خون

عادی نہیں تھے۔

(۲) اسی طرح Salk institute of Biological Studies کے ماہرین نے دوپہر میں قیلولہ کرنے والوں کا جب (Magnetic ResonanceMRI imaging) نکالا تو ان کے دماغ کی حرکات (Activities) میں اضافہ پایا بہ نسبت ان لوگوں کے جو قیلولہ نہیں کیا کرتے تھے۔

سونے کا طریقہ: سیدھے ہاتھ کو موڑ کر اور دائیں کروٹ سونا اتباع سنت میں سے ہے اس طرح سونے سے دل پر دباؤ نہیں پڑتا اور خون بھی سارے جسم میں صحیح طور پر پہنچ پاتا ہے۔

سوتے وقت بستر کو صاف کرنے کا حکم:

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بستر کی طرف آئے تو اپنے چادر سے اپنے بستر کو جھاڑ لے کیوں

نیند کے متعلق چند بنیادی معلومات: نیند ایک انتہائی پیچیدہ حیاتیاتی نظام ہے جو ہر انفرادی شخص میں مختلف ہوتا ہے ایک تندرست وبالغ شخص میں اوسطاً نیند کا وقفہ تقریباً پانچ تا سات گھنٹوں کے درمیان ہوتا ہے لیکن مختلف افراد میں یہ وقفہ چار تا دس گھنٹوں کے درمیان بھی ریکارڈ کیا گیا ہے، کم سونے والے افراد زیادہ تر متحرک وفعال ہوتے ہیں البتہ زیادہ سونے والے عام طور پر سست اور کم متحرک پائے جاتے ہیں۔ نومولود بچوں میں نیند کی شرح زیادہ ہوتی ہے اس لئے چوبیس گھنٹوں میں سے تقریباً بیس گھنٹے بچوں کو سلانا ضرور ہوتا ہے تاکہ ان کے جسم وذہن کی نشوونما اور (Development) صحیح طور پر ہوسکے۔

کی اس مقدار میں سے تقریباً چوتھائی حصہ دماغ کو اور چوتھائی حصہ گردوں کو پہنچتا ہے۔ اور ۴۰۰-۵۰۰ ملی لیٹر خون معدہ ونظام انہضام تک پہنچ جاتا ہے لیکن کھانا کھانے کے بعد خون کی کل مقدار کا ایک وافر حصہ تقریباً ڈھائی تا تین لیٹر خون صرف معدہ ہی کو حاصل ہوتا ہے تاکہ کھانا اچھی طرح ہضم ہوسکے، کھانا کھانے کے بعد دماغ کو بھی آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے لہٰذا تھوڑی دیر ہی کیوں نہ ہو کھانے کے بعد قیلولہ کرنے سے معدہ کو ضرورت کے مطابق خون حاصل ہوجاتا ہے نیز تناول کیا ہوا کھانا بھی اچھی طرح ہضم ہوجاتا ہے لہٰذا قیلولہ کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ قائم ہے۔

قیلولہ کی اہمیت۔حدیث کی روشنی میں:

سنن ابن ماجہ میں مروی درج ذیل حدیث واضح ہوجاتی ہے۔ ''سحری سے روزہ اور قیلولہ سے تہجد کے لئے مدد لو۔''

قیلولہ کے طبی فوائد:

☆ قیلولہ سے انسان ہشاش بشاش اور تازگی محسوس کرتا ہے۔ ☆ قیلولہ حاضر

کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے اندر کیا چھپا ہوا ہے پھر چاہئے کہ وہ کہے کہ میں اپنے رب کے نام سے اپنے پہلو کو رکھتا ہوں اور اسی کے نام سے اس کو اٹھاتا ہوں، اے میرے رب اگر تو نے میری روح کو روک لیا تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اسے تو بھیجتا ہے تو اس کی حفاظت فرمانا ان تمام چیزوں سے جس سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(بحوالہ بخاری ومسلم شریف)

اچھی نیند آنے کیلئے چند احتیاطی تدابیر:

☆ سونے سے قبل چائے، سگریٹ، کافی، وغیرہ سے اجتناب کیا جائے۔ ☆ سونے کے کمرے میں زیادہ روشنی نہ ہے تو بہتر ہے تاکہ نیند جلد سے جلد آسکے۔ ☆ سونے وجاگنے کا وقت مقرر کیا جائے، بستر پر پانچ تا سات گھنٹوں سے زیادہ سویا جائے۔ ☆ سونے سے پہلے بھاری ورزش یا (Heavy Exercise) وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔

☆ ابتدائی شب کی نیند صحت کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے لہٰذا رات میں جلد از جلد سوکر صبح سویرے اٹھنے کی عادت ڈالی جائے اور رات میں دیر تک جاگتے رہنے اور دن میں سونے کی بری عادت کو بھی ترک کیا جائے۔ ☆ رات کے کھانے اور سونے میں کم ازکم تین گھنٹوں کا وقفہ رکھا جائے تاکہ رات کا کھانا ہضم ہوجائے اور اچھی نیند آسکے۔ ☆ سوتے وقت اللہ کا ذکر کرنے کی عادت ڈالی جائے تاکہ خالی الذہن ہوکر سکون کے ساتھ میٹھی نیند سے اللہ کا بندہ اللہ کی اس نعمت سے محظوظ ہوسکے۔

نیند آنے کے لئے روشنی سے علاج:

اگر کوئی شخص بستر پر لیٹے اور اسے نیند نہ آئے تو اسے چاہئے کہ سورج کی روشنی میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ وقت گزار کر آئے کیوں کہ سورج کی روشنی میں جسم میں نیند کے لئے ضروری ہارمون (Melatonin) بنتا ہے اور اس ہارمون کے بغیر نیند نہیں آتی، دنیا کے چند ایسے علاقے ہیں جہاں سورج نہیں نکلتا ایسی جگہوں پر لوگ روشنی سے علاج (Light Therapy) کے طور پر تقریباً 200 Lumen Units حاصل کرتے ہیں تاکہ ان کے جسم میں Mewlatonin hormone بن سکے اور انہیں نیند آجائے۔

خواب (Dream)

مشہور سائنس داں ولیم فرائڈ نے خواب کی تعریف کچھ اس طرح سے کی ہے:
"Unfulfilled desires which reflex as a dream" یعنی ایسی خواہشات جن کی تکمیل نہیں ہوتی وہ خواب کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں، محققین کا کہنا ہے کہ خواب (PGOS) Ponto-Geniculate Occipital spikes ہی سے شروع ہوتا ہے۔ خواب دو قسم کے ہوتے ہیں ایک عام قسم کا خواب (Unfulfilled desires) کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرے حقیقی یا سچا خواب جو رؤیہ صادقہ کہلاتا ہے یہ خواب Deep sleep کے دوران دکھائی دیتے ہیں جب REMSleep کے دو مرحلے (Bouts) مکمل ہوجاتے ہیں اس وقت رات کا آخری حصہ یا صبح صادق کا وقت قریب ہوتا ہے اور صبح صادق کے خواب کی اہمیت بھی ہوتی ہے، قرآن کریم میں بھی متعدد جگہوں پر خواب کے متعلق تذکرہ کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) سورۃ الصافات کی آیت نمبر ۱۰۲ میں۔ ''تو (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرے پیارے بچے میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ (۲) سورۃ الانفال آیت نمبر ۴۳ میں بھی خواب کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم دکھلائے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ دکھادیتا تو تمہاری ہمتیں اڑجاتیں۔ (۳) سورۃ یوسف کی آیت نمبر ۴ میں بھی خواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ ''جب کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے ذکر کیا کہ ابا جان! میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج وچاند کو دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کررہے ہیں۔

نیند کے متعلق چند دلچسپ واقعات

حرم کی شریف میں پاکستان سے آئے ہوئے ستارہ امتیاز انعام یافتہ مشہور Sleep Scientist اور Neuro-physiologist ڈاکٹر سعادت علی خان صاحب نے نیند کے متعلق چند دلچسپ واقعات کا بھی تذکرہ کیا تھا قارئین کے استفادے کی غرض سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔ (۱) انہوں نے کہا کہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں گوادر نامی علاقے میں ایک شخص موجود ہے جو سال میں تقریباً چھ ماہ سوتا ہے اور چھ ماہ جاگتا ہے۔ (۲) اسی طرح ڈاکٹر سعادت علی خاں صاحب نے نیویارک میں موجود ٹائم اسکوائر (Time Square) کا بھی تذکرہ کیا جہاں گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ کے مختلف پروگرام ہوتے رہتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے اس ٹائم اسکوائر میں مستقل ۱۲۴۲ گھنٹے (۵۲ دن) جاگنے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا اور ۱۲۴۲ گھنٹوں بعد اس کو نیند آئی تھی ۵۲ دنوں بعد اس کو نیند تو آنی ہی تھی لیکن اس کا دل بے چین وبے قرار تھا کہ کسی بھی طرح مستقل جاگنے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا جائے، شاید ایسے ہی شخص کے لئے جگر مرادآبادی نے کہا ہوگا۔

دنیا یہ دکھی ہے پھر بھی تھک کر ہی سوجاتی ہے
تیرے ہی مقدر میں اے دل کیوں چین نہیں، آرام نہیں

(۳) راقم السطور کے ساتھ بھی نیند کی وجہ سے ایک خطرناک قسم کا واقعہ پیش آیا تھا، راقم مع اہل وعیال جدہ سے مدینہ منورہ کی جانب محوسفر تھا، دن بھر کی تھکان کے بعد رات کے آخری حصے میں مستقل کار ڈرائیو (Drive) کرنے سے فجر بعد صبح کی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ جب نیند کا ایک جھونکا آیا تو تقریباً دو منٹ کے لئے اس جھونکے نے گہری نیند سلادیا، کار مدینہ منورہ جانے والی شاہراہ (Express Highway) پر ایک سو بیس کلو میٹر فی گھنٹے کی رفتار سے رواں تھی نیند کے اثر سے کار کی اسٹرینگ ہاتھ سے چھوٹ چکی تھی اور پیر کی گرفت Accelarator پر تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھی دو منٹ بعد گہری نیند سے آنکھ اس وقت کھلی جب کار میں موجود گھر کے افراد کی زوردار چیخ اور کلمہ طیبہ کی آواز کانوں سے ٹکرائی، کار طریق شاہراہ سے نیچے پندرہ فٹ اُتر چکی تھی اور ایک کھائی کی سمت تیزی سے رواں تھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنا خصوصی فضل وکرم فرمایا راقم بحیر حالت نیند سے بیدار ہوچکا تھا حواس پر قابو رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ بریک لگایا گیا بہ صورت دیگر چند سکنڈ مزید کار آگے بڑھتے تو گاڑی حادثہ کا شکار ہوسکتی تھی یہ محض اللہ کا فضل واحسان تھا کہ سب کی جان بچ گئی اور کسی کو ہلکی سی خراش تک نہیں آئی۔ یہ واقعہ ۲۰۰۱ء کا ہے، نیند کی بناء پر اس حادثہ کے دن سے آج تک راقم الحروف مستقل نیند کے متعلق سوچتا رہا۔ اور نیند کے دوران یہ حادثہ ہی سبب بنا کہ آج احقر نیند کے موضوع پر یہ مقالہ سپرد قلم کررہا ہے، تلواروں کے سایہ میں اور تختہ دار پر بھی نیند آتے ہوئے تو سنا ہے لیکن کار چلاتے ہوئے نیند کا یہ خطرناک تجربہ احقر کو پہلی بار ہوا تھا۔

حالت نیند کے چند امراض:

(۱) نیند کی حالت میں چلنا: یہ ایک ایسا مرض ہے جس میں انسان نیند کی حالت میں چلتا ہے بعض دفعہ اونچی عمارتوں کی کھڑکیوں سے ایسا مریض نیند کی حالت میں چلتے چلتے نیچے گر جاتا ہے اور حادثات واقع ہوجاتے ہیں۔ (۲) نیند میں باتیں کرنا۔ Sleep Muttering یہ ایک قسم کا Disorder ہے جس میں انسان گہری نیند کی حالت میں باتیں کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

(۳) عوامی مقامات پر سوجانا: (Pickwikian Syndrome) نیند کا یہ ایک ایسا مرض ہے جس میں آدمی عوامی مقامات جیسے باغ، مدرسہ، آفس، لائبریری وغیرہ جیسی جگہوں پر بغیر کسی جھجک وخوف کے گہری نیند سوجاتا ہے اور اسے یہ احساس تک نہیں رہتا کہ اور لوگ بھی اسے دیکھ رہے ہیں۔

(۴) - Narcolepsy Cataplexy Syndrome دن کے وقت گہری نیند کا آنا اور عضلات کی حرکتوں میں اچانک کمی آجانا، اور نیند میں اچانک گھبرا کر اٹھنا (Nightmares) وغیرہ کا بھی (Sleep Disorders) میں شمار کیا جاتا ہے۔

نیند کی گولیاں (Sleeping Pills)

ماہرین کا کہنا ہے کہ آج تک دنیا میں نیند نہ آنے کی وجہ سے شاید ہی کسی شخص کی موت واقع ہوئی ہو لیکن نیند کی گولیوں کا کثرت سے استعمال بے شمار افراد کی موت کا سبب بنا ہے اس کے مضر اثرات اپنی جگہ قائم ہیں اس لئے جہاں تک ممکن ہو قدرتی طور پر ہی نیند آنے کا انتظار کیا جائے اور حتی الامکان

باقی صفحہ ۵ پر

اتباع نبی میں کامیابی کی راہ ہے

خلیل احمد خلش، مرادآباد

ہر نبی کو تو نے دی ہیں چیدہ چیدہ خوبیاں اپنے نبیؐ میں یہ خوبیاں یکجا پاتا ہوں

سیرت نبوی مثالی امن وتعمیر کا چشمہ ہے۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ پر درود وسلام بھیجنا ایک عظیم سعادت ہے۔ حضور اکرمؐ کا ذکر کرنا، ان کے اوصاف بیان کرنا ایک عظیم عبادت ہے کیوں کہ خدا کے بعد اگر سب سے بڑا مرتبہ کسی کا ہے تو وہ ہیں حضرت محمد مصطفیٰؐ۔ ان کی ذات سب سے اعلیٰ ہے، سب سے افضل ہے، آپ سرور کون ومکاں ہیں۔ نبی آخر الزماں ہیں۔ رسول اکرم کا پیغام اور آپ کی شریعت اللہ کا آخری پیغام ہے، آخری شریعت ہے جو کالے گورے عربی، عجمی ترکی وتاتاری، ہندی وچینی، اعلیٰ وادنیٰ، امیر وغریب سب کے لئے عام ہے۔ جس طرح اللہ رب العزت پوری دنیا کا رب ہے۔ رب العالمین ہے، پوری دنیا کا خالق ومالک ہے، اسی طرح ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ کی عظمت ہے۔ رسول مقبول کا مرتبہ، آپ کے اوصاف اور کردار کی بلندی کو دنیا کی کوئی بھی زبان، کوئی قلم لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا تاہم اہل قلم حضرات، علماء کرام، مفتیان عظام اور ادباء وشعراء نے اپنے اپنے انداز میں آپ کی سیرت بیان کی اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ نعت رسول اکرمؐ سے اظہار عقیدت کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب تک دنیا قائم ودائم ہے۔ حضور کے نام لیوا، حضورؐ کے پیغام، حضور کی تعلیمات اور اشادات لوگوں تک پہنچاتے رہیں گے۔ اس لئے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

فخر دوعالم، سرکار دوعالم اور اپنے مسلمان ہونے اور خیرامت ہونے پر ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے، جتنا اس ذات اقدس پر درود بھیجیں کم ہے، جس کی صفات باکمال اور انسانیت کے لئے خدمات کے لئے آپ کو محسن انسانیت کہا جاتا ہے۔ اس لئے خیر امت ہونے پر نبی کے امتی ہونے پر بھی ہم جتنا فخر کریں کم ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا تو مسلمان بھی بنایا۔ بقول شخصے

کتنا بڑا خدا نے یہ احسان کردیا
انسان بناکر ہم کو مسلمان کردیا

پھر دیکھنے کی ضرورت ہے آج ہم نفرت کے طوفانوں میں کیوں گھرے ہوئے ہیں؟ آج اسلام دشمن ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں، ذلت ورسوائی ہمارا مقدر کیوں بن گئی ہے۔ ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہورہی ہیں؟ ایسے میں ہم کس کو پکاریں؟ کس سے اپنا حال کہیں؟ کس طرح اپنا مقدر سنواریں؟ یہ آج کے اہم سوال ہیں اور ان کے صرف یہی جواب ہیں کہ ہم اپنا محاسبہ کریں اور اپنے عمل کو سدھاریں۔ جو ہمارے سب سے قریب ہے اس سے فریاد کریں اس کو پکاریں۔ یعنی اور بس اللہ کو۔ اس لئے کہ اسی نے غم دیئے ہیں وہی غم دور کرے گا۔ دنیا کتنے بھی ستم کرے وہ دانا وبینا ہے، سب دیکھ رہا ہے اس کی رسی ہم نے کتنی مضبوطی سے پکڑ رکھی ہے۔ یہ بھی سب دیکھ رہا ہے اور اب ہمیں بھی یہ دیکھنا ہے کہ خود ہمارا عمل کیا ہے۔ ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ ہماری اپنی روزمرہ کی زندگی بالخصوص کاروباری زندگی تو کہیں ظلم اور گناہوں سے آلودہ نہیں ہے اور اگر ہے تو ہم کیا کریں؟ اس سوال کا جواب ہم مقدس آسمانی کتاب قرآن میں تلاش کریں، قرآنی تعلیمات میں تلاش کریں جو ہدایت کا سرچشمہ ہے، جو نور ہدایت ہے، جو راہ نجات ہے، جو نسخہ کیمیا ہے، جو ضابطۂ اخلاق ہے، جو فلسفۂ حیات ہے یہ وہ قرآن حکیم ہے جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ وہ ہمارا بہترین معالج ہے، رہنما ہے۔ ہمارے ہر مسئلہ کا حل ہے۔ ہر بیماری کا علاج ہے اور اس کی تعلیمات پر عمل کئے بغیر ہمارا ہر مرض لاعلاج ہے اس مقدس آسمانی کتاب کا نزول ہوا ہے کائنات کی سب سے پیاری، سب سے نیاری ہستی حضرت محمد مصطفیٰؐ پر یعنی نجات کی راہ صرف اور صرف اتباع رسول ہے۔ لہٰذا ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں، اس کے احکام کی پابندی کریں تو اس کے ساتھ ہی اپنے سب سے پیارے نبی کو بھی یاد کریں آپ کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں اتاریں، معصیت سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور ظلم کہیں اپنی زندگی میں بھی ہو تو اسے زندگی سے نکالیں۔ اتباع رسول اللہ تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے کیوں کہ جو عاشق رسول ہوجاتا ہے وہ اللہ کے بھی قریب ہوجاتا ہے جو صدق دلی سے نبی سے لولگاتا ہے وہ خدا کا حبیب ہوجاتا ہے۔ جو جنت میں اعلیٰ مقام بھی پاتا ہے۔ وہ بلاشبہ تاریکیوں سے دور ہے۔ ●●

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)
POSTAL REGISTRATION No.

تعلیم وتربیت انسان کا حقیقی حسن

شگفتہ احرار فلاحی، جامعۃ الفلاح

زندگی نام ہے ایک جدوجہد، ایک کوشش کا، ایک اجتہاد ایک کشمکش اور ایک لگن کا۔ زندگی ہر لمحہ ہر وقت ہم سے کچھ چاہتی ہے۔ وہ ہمیں کچھ دینا چاہتی ہے۔ ہماری اور جانوروں کی زندگی میں بڑا فرق ہے۔ اس فرق کو بتانا چاہتی ہے۔ ہماری زندگی کی کتاب اس طرح لکھنا چاہتی ہے کہ اس کے ہر سبق ہر صفحہ میں ایک نئی کہانی ہو کچھ تبدیلی ہو وہ ہم سے چاہتی ہے کہ ہمارے اندر ہر وقت ہر لمحہ کچھ حاصل کرنے کی لگن اور تڑپ ہو اور وہ تڑپ آئے گی کیسے؟ اس کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ اس کا مفہوم جاننا ہوگا کہ جس سے انسانی زندگی کا حسن نکھرے اور اس میں نکھار آئے گا کیسے؟ صرف اور صرف تعلیم وتربیت سے اور اس کے لئے جاننا ضروری ہے کہ تعلیم وتربیت ہے کیا چیز؟

تربیت انسان میں کامل معیار کی زندگی بسر کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ یعنی جو زندگی اسلام کو مطلوب ہے اور جس میں عوام الناس کی بھلائی ہے، اس سے بہرہ ور ہوکر انسان اچھی طرح زندگی بسر کرتا ہے، وطن کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے وطن والوں کی زندگی کو استوار کرنے اور سفر آخرت کا سامان مہیا کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دینے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ جسم توانا اور طاقتور بن جاتا ہے۔ اخلاق میں کامل اور یکتا بن جاتا ہے۔ اس کی فکر میں نظم وضبط ہوتا ہے۔ اس کا شعور نازک اور حساس ہوتا ہے وہ اپنے کام میں ماہر اور سبک دست ہوتا ہے دوسروں کے ساتھ تعاون اور ہمدردی اور غمخواری کرتا ہے۔ آپس میں چشم پوشی اور مروت کرتا ہے۔ اس کے قلم اور زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ موزوں اور مناسب ہوتی ہے۔ وہ جو کام کرتا ہے اس کو بحسن وخوبی اور خوش اسلوبی وخوش دلی سے انجام دیتا ہے۔ ان تمام کاموں کے پیش نظر دنیاوی مفاد اور لالچ وخوف نہیں ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان انسان کامل بن گیا۔

عبدالملک بن مروان نے ایک روز اپنے بیٹوں سے کہا ”بیٹو علم حاصل کرو اگر تمہیں سرداری ملی تو تم اور اونچے ہوجاؤ گے۔ اگر طبقہ اوسط سے متعلق رہے تو سیادت کا موقع تمہیں ملے گا اور اگر تم عام آدمی کی طرح ہوئے تو بھی اچھی طرح زندگی گزار لوگے۔“

حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے ایک صاحبزادے سے فرمایا، ”علم حاصل کرو اگر تم بدصورت ہو تو صاحب جمال بن جاؤ گے، اگر تم مفلس ہو تو مالدار ہوجاؤ گے۔“ یعنی خوبصورتی لباس سے نہیں بلکہ علم سے ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ علم کو دنیا کی پوری دولت سے بھی نہیں خریدا جاسکتا۔ یہ ایک قیمتی ہیرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم کو انسان کا حسن کہا گیا ہے، جو اس حسن سے محروم ہوا وہ دنیا کی ساری دولت رہنے کے باوجود تہی دست ونادار ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو تعلیم وتربیت میں بڑا فرق نظر آئے گا۔ تربیت سے مراد ہر ممکن وسیلے سے کام لے کر افراد کو تیار کرنا، ان کی سیرت گری کرنا، ان کے اندر استعداد وصلاحیت پیدا کرنا ہے تاکہ وہ اچھی زندگی گزار سکیں اور مستقبل کے لئے مفید ومعاون ثابت ہوسکیں۔ علم حاصل کرنا کافی نہیں بلکہ علم کے مطابق زندگی گزاریں اور علم کی اپنے اندر موجودگی اپنے عمل سے ثابت کریں اسی کا نام تربیت ہے۔

تربیت کی بہت سے مفکرین وماہرین نے مختلف تعریفات اور تعبیرات کی ہیں۔ یہ تعریفیں شخصی اور ذاتی رجحانات کی آئینہ دار ہیں۔ ایک فلسفی کا قول ہے: تربیت کا مقصد عقل کی جلا ہے۔ دوسرے فلسفی کا قول ہے کہ تربیت شخصی زندگی کا نکھار ہے۔ اس کا حسن ہے۔ دوسرے ماہرین فن کا خیال ہے کہ تربیت صحیح وہ ہے جس سے اخلاق درست ہوں۔ دینی ومذہبی شعور پیدا ہو اور عقیدہ مستحکم ہو۔ زندگی بے عقیدہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے وجود کا تصور معدوم نہ ہو۔ کچھ دوسرے ماہرین کا کہنا ہے کہ تربیت کا اصلی مقصد درجۂ کمال تک پہنچنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سوسائٹی اور سماج کے لئے بہترین اور کارآمد فرد بن جائے۔ اگر غور وتحقیق سے ان تعریفوں کو پرکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ یہ تعریفیں اپنے اپنے محل اور موقع پر صحیح ہیں۔ تربیت کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں، جسم کی تربیت، عقل کی تربیت، خلقی تربیت، اجتماعی اور جمالی تربیت ان میں سے ہر ایک بجائے خود اہم ہے۔

یونانی مقولہ ہے، عقل سلیم، جسم سلیم ہی میں اپنا نشیمن بناتی ہے یعنی زندگی کو کامل اور مکمل بنانے کے لئے جسم اور عقل دونوں کی سلامتی ضروری ہے۔ ان میں سے اگر ایک نہ ہو تو انسان مکمل انسان نہیں بن سکتا اور نہ ہی سماج اور سوسائٹی کے لئے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔ جسم اور عقل کے درمیان بہت بڑا رابطہ ہے۔ جو چیز جسم پر اثر انداز ہوتی ہے وہ عقل پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ ایک مشہور حکیم کا قول ہے، زندگی کی مثال ایک دشمن کی ہے۔ جس پر صرف اس طرح غلبہ پایا جاسکتا ہے کہ انسان کا بدن مضبوط اور توانا ہو۔

تربیت خلقی کے معنی حسن سلوک، ہمدردی وغم خواری، ارادہ کی استقامت اور صحت، برائی سے اچھائی کا انتخاب، کوڑے کرکٹ سے بھلی چیزوں پر نگاہ ہے۔ اجتماعی تربیت کے مراکز صرف تین ہیں۔ گھر مدرسہ سوسائٹی، تربیت جمالی، بچہ پیدا ہوتے ہی اچھی اور خوبصورت چیزوں کی طرف لپکتا ہے اس میں تجسس اور معلومات حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان فطرتاً حسن پسند ہوتا ہے۔

تعلیم وتربیت کی اہمیت وضرورت، ماہرین تعلیم وتربیت جس چیز پر سب سے زیادہ سر کھپاتے ہیں وہ یہ ہے کہ قوم اور ملت کے ہر فرد کو وہ مقام وہ جگہ وہ گوشہ عافیت ملے جس کا وہ اپنی اہلیت واستعداد کی بناپر مستحق ہے۔ اسے ایسا کام دیا جائے جو اس کی رغبت اور

باقی صفحہ ۶ پر

ضرورت رشتہ

منصوری برادری سے تعلق رکھنے والی ایک مطلقہ، لاولد عمر ۳۶ سال تعلیمی استعداد ادیب کامل اور معلم، امور خانہ داری میں ماہر اور صوم وصلوٰۃ کی پابند لڑکی کے لئے برسر روزگار لڑکے سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ کیلئے 09451054891

ضرورت امام وخطیب

منگلور (کرناٹک) کی مسجد کے لئے ایک امام وخطیب کی ضرورت ہے۔ جو عالم دین اور مفتی بھی ہو۔ تحریک اسلامی سے وابستگی کو ترجیح دی جائے گی۔ مشاہرہ دس ہزار اور رہائش کا بھی انتظام ہے۔

فون نمبر 09448252847

بقیہ: قومی سیاست میں اُصول ونظریات کا فقدان

کریں گے کہ سیاسی اور نظریاتی اختلاف کا چشم زدن میں ذاتی اور شخصی اختلافات میں اس طرح تبدیل ہوجانا کہ فریقین سلام ودعا تک ترک کردیں، نہ درست ہے اور نہ مناسب معیار، جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔

موجودہ سیاسی ماحول کے بیش از بیش زوال اور گراوٹ کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہاں بے اصولی اور بددیانتی ایک رائج الوقت سکے کی حیثیت اختیار کرگئی ہے اور اس سے رو رعایت یا کمزوری کا مظاہرہ ہی اس کے فروغ کا باعث بن جاتا ہے۔

آج کی سیاسی زندگی میں متعدد ایسے عناصر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے جو جماعتی سیاست کے میدان کے لیے قطعی نااہل ہونے کے باوجود اپنے دوہرے کردار سے کامیاب ہیں اور اپنی ذاتی منفعت یا خواہش کو قومی مفاد پر مقدم رکھنے کے باوجود یہ کہہ کر چھوٹ جاتے ہیں کہ فلاں کام تو میں نے ذاتی حیثیت سے کیا تھا، حالانکہ قومی نظام اور جماعت بندی کا پہلا اصول یہی ہے کہ اس سے بندھ جانے کے بعد کسی کا فعل ذاتی نہیں رہ جاتا بلکہ جماعتی اور قومی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔

لوگ سیاسی وسماجی زندگی میں کام کرتے ہوئے راتوں رات اپنے نظریات اور اصولوں سے جدائی اختیار کرلیتے ہیں او راس کی کوئی بڑی وجہ نہیں صرف ذاتی مخاصمت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ آج جہاں کھڑے ہیں کل پھر اس سے انحراف کرسکتے ہیں۔ جیسے جیسے سیاست سے اخلاق کا تعلق کمزور پڑ رہا ہے، ایسے عناصر کی بھرمار ہورہی ہے اور ماضی قریب میں یہ وبا کم ہوتی فی الحال نظر نہیں آتی۔

●●

بقیہ: ڈاڑھی- عدالت عظمیٰ......

زیادہ ہرگز نہیں پھیلا سکتے۔ فاضل جسٹس اگر اپنے فیصلے کی زبان کو یہیں تک محدود رکھتے کہ اس اسکول کے ضابطہ کی پابندی ہونی چاہئے تو بات قابل فہم تھی لیکن انہوں نے ڈاڑھی کو طالبان سے جوڑ کر نہ صرف ایک غیر ضروری بحث کو دعوت دے دی ہے بلکہ ایک خاص ذہن کی غمازی بھی کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جسٹس کاٹجو کا یہ ریمارک انتہائی معنی خیز ہے۔

●●

بقیہ: فلسطینی کی آزادی کے...

اس معاملہ میں کبھی لچک کا مظاہرہ بھی کیا تو وہ بھی محض دکھاوا تھی۔ ورنہ یہ مسئلہ کم از کم اوسلو معاہدے کے بعد ضرور حل ہوجاتا جس کے نتیجہ میں نام نہاد فلسطینی مملکت بنی اور فلسطینی ریاست کے قیام کو مستقبل کے حالات پر چھوڑ دیا گیا۔ اسرائیل ہی کیا امریکہ اور یورپی ممالک بھی کبھی بھی فلسطین کی آزادی کے تئیں سنجیدہ نظر نہیں آئے اب تک انہوں نے مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے صرف اسرائیل اور اس کے کاز کی اندھی حمایت کی ہے۔ تاہم اب حالات اس مقام پر پہنچ گئے جہاں فلسطین کے مسئلہ کو حل کرنا وقت کا تقاضا اور ضرورت ہے۔

●●

ہمارا معیار انتخاب اب بدلنا چاہیے

نسیم مجیدی، نئی دہلی

الیکشن کمیشن نے انتخابات کا اعلان کردیا ہے۔ تمام پارٹیوں کی یہ کوشش ہوگی کہ آنے والے چناؤ میں عوام کو متاثر کرکے وہ زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کرسکیں۔ کانگریس یہ تاثر دینے کی کوشش کررہی ہے کہ اب کی بار الیکشن کا ایجنڈا وکاس اور ترقی ہوگا۔ اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ گزشتہ پانچ برسوں میں حکمراں جماعت نے مختلف شعبوں میں ترقی کی جانب جو پیش قدمی کی ہے، وہ قابل ستائش ہے۔ ملک کی خارجہ وداخلہ پالیسی میں بھی اطمینان بخش اور نتائج کے اعتبار سے دور رس پیش رفت ہوئی ہے۔ اندرون ملک کشمیر میں مسلسل کوششوں کے نتیجے میں حالات بہتر ہوئے ہیں۔ ملک کی معاشی واقتصادی صورت حال بہتر ہوئی ہے اور اس میں استحکام آیا ہے۔ لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے اور اس پر بہت کچھ کہنے کی گنجائش موجود ہے۔ بہرحال حکمراں جماعت ملک کی جو تصویر پیش کررہی ہے، اس کے تجزیے کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کو آزاد ہوئے ۶۰ سال سے زیادہ ہوچکے ہیں۔ خوبصورت نعروں اور وعدوں کے طفیل وزارت عظمیٰ کی کرسی تک پہنچنے والے حکمرانوں نے ہمیشہ عوام کی آرزوؤں اور تمناؤں کا خون ہی کیا ہے۔ ملک کے حقیقی مسائل کی طرف سے آنکھیں بند کرکے جذباتی سیاست اور مذہبی منافرت کا گھناؤنا کھیل کھیلنے میں مشاق یہ پارٹیاں پانچ سال تک اقتدار کے مزے لوٹتی ہیں اور جب الیکشن کا سامنا ہوتا ہے تو عوام کے سامنے ان مسائل کو لے کر جاتی ہیں، جن کی کوئی بنیادی حیثیت نہیں ہوتی اور شاطر سیاستدانوں کے دام فریب میں گرفتار بے چارے عوام تمام گلے شکوے کو نظر انداز کرکے پھر پانچ برسوں کے لیے انہیں منتخب کرلیتے ہیں۔ ہندوستان کو آزاد ہوئے اتنا عرصہ گزر چکا ہے کہ ایمانداری کے ساتھ مسائل کو حل کرنے کی طرف اگر توجہ دی جاتی تو آج ہندوستان ایک ویلفیئر اسٹیٹ کی حیثیت سے متعارف ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے اس ملک میں تمام مسائل نہ صرف موجود ہیں بلکہ گزرتے وقت کے ساتھ ناسور بنتے جارہے ہیں۔

پورا ملک انتشار کا شکار ہے۔ کرپشن، بدعنوانی اور قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے۔ مذہبی منافرت نے عفریت کا روپ دھار لیا ہے۔ رشوت ستانی اور اسکینڈلز میں اس ملک کا کوئی جواب نہیں ہے۔ ”غریبی ہٹاؤ“ کا نعرہ دے کر ایوان تک پہنچنے والے بھی غریبی کو ختم کرنے کے بجائے غریبوں کو ختم کررہے ہیں۔ رہبری کے پردے میں رہزنی کرنے والوں نے ملک میں فرقہ وارانہ فساد کراکر معصوم انسانوں کی لاشوں پر سیاست کی تعمیر کی۔ عوام کی محافظ پولس کا رول غنڈوں کے منظم گروہ کا رہا۔ مہنگائی نے لوگوں کی کمر توڑ دی۔ عام آدمی کا جینا مشکل ہوگیا۔ خودکشی کے واقعات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ جہیز کی لعنت نے ہزارہا معصوم جانوں کا خون کیا۔ چند روپے کی خاطر مجبور ماؤں نے اپنے جگر گوشوں کو بیچ دیا۔ ذات پات، اونچ نیچ اور بڑے چھوٹے کا امتیاز آج نہ صرف قائم ہے بلکہ اس ظالمانہ نظام نے آج بھی سماج کو اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔ یہ ہے وہ حقیقت جس کا سامنا ہمارے سیاست داں کرنا نہیں چاہتے۔ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ملک کے وقار اور مریادا کو داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔

الیکشن جب قریب آتا ہے تمام پارٹیوں کو اقلیتوں کی اشک شوئی کا خیال آتا ہے اور انھیں مراعات دینے میں مسابقت شروع ہوجاتی ہے۔ کچھ پارٹیوں نے اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کو خوف کی نفسیات میں مبتلا کرکے ان کے ووٹ کا اپنے کو حقدار سمجھ لیا ہے۔ فاشزم اور فسطائیت کے خلاف صف آرا ہونے والی سیکولر جماعتوں کا رول بھی بہت اچھا نہیں ہے۔ مسلمانوں کے مسائل سے کسی کو دلچسپی نہیں ہے۔ کوئی عید میلادالنبی کی رخصت دے کر، کوئی اردو میں نیم پلیٹ بنواکر اور کوئی جمعہ کے دن نماز کے لیے رخصت دے کر اپنی مسلم نوازی کا ثبوت مہیا کرنا چاہتا ہے۔

ملک کی موجودہ صورت حال نے ہر سوچنے والے ذہن کو پریشان کررکھا ہے۔ وطن عزیز ایک نازک دور سے گزر رہا ہے۔ طالع آزما سیاست دانوں کی بازی گری نے ملک کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگادیا ہے۔ اخلاقی اقدار، امانت ودیانت، اصول پسندی، حق گوئی اور اخلاقی جرأت سے عاری یہ کورے سیاست داں ملک کو گھن کی طرح کھارہے ہیں۔ سیاست کرنے کے لیے اخلاق وکردار کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ ابن الوقتی اور موقع پرستی ان کا موٹو ہے۔ اور یہ کسی خاص جماعت کی بات نہیں ہے اس حمام میں سب ننگے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس انتخاب کو احتساب بنادیا جائے اور تمام نسلی وگروہی عصبیتوں سے بالاتر ہوکر انفرادی واجتماعی سطح پر کڑا احتساب کیا جائے۔ ملک کی بقا وسالمیت خطرے میں ہے۔ کثیر ملکی کمپنیوں کے ذریعے ملک کو قسطوں میں بیچا جارہا ہے۔ بنا سوچے سمجھے مغربی تہذیب کی نقالی اور تقلید کے نتیجے میں معاشرے میں اچھائیاں کم اور برائیاں زیادہ درآئی ہیں۔ نوجوانوں کی اخلاقی حالت قابل رحم ہے۔

ایسے حالات میں ہندوستانی عوام خصوصاً مسلمانوں کی ذمے داری دوچند ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں اور جو لوگ ہم مذہب ہونے کی وجہ سے اپنے کو مسلمانوں کے ووٹ کا حقدار سمجھتے ہیں، ان کے ماضی پر نگاہ رکھیں کیوں کہ یہ ہم سے زیادہ پارٹی کے وفادار ہوتے ہیں۔ انہیں مسلمانوں کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ ہمارا معیار انتخاب اب بدلنا چاہیے۔ جو پارٹیاں اور لوگ مسلمانوں کے جان ومال، ان کے مذہبی تشخص اور ملک میں ان کی برابری کی شراکت کی ضمانت دیں وہی ہمارے نمائندے ہیں اور ہمارے ووٹ کے مستحق بھی۔ اب سارا معاملہ کچھ لو اور دو کے اصول پر چلنا چاہیے۔ مسلمانوں کو ایک ایک چیز کے لیے بھیک مانگنی پڑتی ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کو اقلیتی ادارہ تسلیم کرنے کے لیے مسلسل تحریک چلائی جارہی ہے لیکن حکومت کی بدنیتی اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

فرقہ پرست قوتیں کہتی ہیں کہ اقلیتوں کی منہ بھرائی ہورہی ہے۔ یہ ایک سوچی سمجھی چال ہے، جس کے ذریعے مسلمانوں کو زندگی کے تمام شعبہ جات سے بے دخل کرنے کی مستقل کوششیں ہورہی ہیں اور انہیں دھکیلتے دھکیلتے حاشیے پر وہاں پہنچادیا گیا ہے جہاں وہ شے متنزاد معلوم ہونے لگے ہیں اور لوگ انہیں ملک کی ترقی میں رکاوٹ اور بوجھ سمجھنے لگے ہیں۔

بہت سارے لوگ فاشزم اور فسطائی قوتوں سے مقابلہ کرنے کے لیے سیکولر ووٹ پر منتخب ہوتے ہیں اور بعد میں پھر وزارت لینے کے لیے انہی کی بارگاہ میں سربسجود ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بھی سبق سکھانے کی ضرورت ہے۔ درخشاں ہندوستان کا خواب ہم سب کا خواب ہے اور اس کی تعبیر ہماری صحیح سیاسی بصیرت اور دور اندیشی پر موقوف ہے۔

●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایرانین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر ”دعوت“ ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی
عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

ایم اے ایف اکیڈمی

اے ۴۳ سیکٹر ۶۲، نوئیڈا

فاؤنڈر: محمد ابوالفضل فاروقی

نرسری تا XI داخلے جاری

★ سی بی ایس ای سے منظور شدہ ★ سی بی ایس ای کورس
★ اعلیٰ تربیت یافتہ اسٹاف ★ بچے کی پروگریس پر ہر وقت نظر
★ ہر طالب علم پر خصوصی توجہ ★ سیکشن میں صرف ۲۵ طلباء
★ ابتداء سے کمپیوٹر کی تعلیم ★ ہر وقت بجلی کے لئے جنریٹر موجود
★ ضروری سامان سے آراستہ سائنس لیب
★ کمرہ روشن، ہوادار، تپش سے محفوظ ★ ۲۴ ہزار مربع گز کا وسیع رقبہ
★ صد فیصد نتائج ★ سیٹیں محدود ★ داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب
★ داخلے کیلئے بچے کا ہونہار ہونا کافی ★ ٹرانسپورٹ کے لئے محفوظ اور آرام دہ بسیں
★ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ نہایت خوشنما عمارت

صد فیصد رزلٹ کے ساتھ سبھی طالب علم فرسٹ ڈویژن ڈسٹنکشن (Distinction) کے ساتھ پاس ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ترین سہولتوں کے باوجود فیس کفایتی

Phone: (0120) 2400522, 6545202
Fax:(0120)2400510
e-mail: info@mafacademy.com
Website: www.mafacademy.com

جامعة الصّفة ورنگل

دعوت دین واقامت دین کے لئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ! جامعۃ الصفہ ورنگل اپنا پانچواں تعلیمی سال مکمل کرکے چھٹے سال کا سفر طے کررہا ہے اور اپنے طے کردہ مقاصد کے تحت پیش قدمی کررہا ہے۔ پانچ سال کی مختصر سی مدت میں بفضلہ تعالیٰ گزشتہ دوسالوں میں ۱۰ طلبہ نے حفظ کی تکمیل کی ہے اور امسال اللہ کے فضل وکرم سے مزید ۱۴ طلباء حفظ قرآن کی تکمیل کرچکے ہیں۔

جامعہ کا شعبہ عالمیت

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں عربی اول تا چہارم جماعتیں قائم ہیں جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تاکہ وہ معاشرہ میں منصبی کردار ادا کرسکیں۔ جامعہ میں تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ طلباء کی کردار سازی اور اسلامی فکر کی پختگی پر خاص توجہ کی جاتی ہے۔ جامعہ میں اس وقت ۱۴۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلبہ دارالاقامہ میں مقیم ہیں ان کی تعلیم، رہائش وطعام کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی سے مکمل کئے جاتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) الحمدللہ! طلباء کو تلگو وانگریزی زبان بھی پڑھائی جاتی ہے تاکہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دیا جاسکے۔

شعبہ تدریب ائمہ

جامعۃ الصفہ ورنگل میں اس سال تدریب ائمہ کا دوسالہ کورس شروع کیا جارہا ہے جس میں ایسے طلباء کو داخلہ دیا جائے گا جو کم از کم آٹھویں جماعت کامیاب ہوں نیز جو اُردو یا تلگو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں اور بالخصوص دیہات کے رہنے والے ہوں۔ ان طلباء کو دوران تعلیم ماہانہ فی کس ایک ہزار روپے تعلیمی وظیفہ دیا جائے گا تاکہ طلباء اور اولیاء طلباء کو یکسوئی ہو اور طلباء دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں اور ان طلباء کے قیام وطعام کی ذمہ داری جامعہ پر ہوگی۔ ہر طالب علم پر ماہانہ ڈھائی ہزار روپیوں کا خرچ ہوگا (Rs.2,500/-) ادارہ اس سال ۲۰ طلباء کو تدریب ائمہ کے لئے داخلہ کا منصوبہ بنایا ہے۔ تدریب ائمہ کے دوسالہ کورس کے دوران ان منتخب طلباء کو امامت اور خطابت کے اصول قرآن، حدیث وفقہ کے علم اور حالات حاضرہ کے تقاضوں سے واقف کروایا جائے گا۔ اس دوسالہ کورس کی تکمیل کے بعد دیہاتوں میں ان طلباء کی خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔

محترم بھائی! آپ کے علم میں یہ بات ہوگی کہ قادیانیت اور عیسائیت کے مبلغین مختلف طریقوں سے دیہات کے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو مالی رغبت دلا کر مرتد بنانے کی کوشش کررہے ہیں اور لگا ہے گا ہے انہیں کامیابی بھی حاصل ہورہی ہے جب کہ شہروں میں رہنے والے مسلمان، صاحب ثروت اور اہل علم حضرات اس جانب خاطر خواہ توجہ نہیں دے پارہے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دونوں فتنے امت مسلمہ کے لئے ایک بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں مسلمانوں کو جہاں مختلف پہلوؤں سے کام انجام دینا ہے وہیں مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ بالخصوص ائمہ مساجد کو بھی تیار کرنا ہے جو دینی تڑپ رکھتے ہوں اور شہروں سے دور دیہاتی پس منظر میں کام کے لئے آمادہ ہوں۔ جامعۃ الصفہ نے ایک طویل مدتی منصوبہ کے تحت اس اہم کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے خطیر رقم کی ضرورت ہے اس خصوص میں اہل خیر اور دین کا درد رکھنے والے احباب آگے آئیں اور ان طلباء کی کفالت کی ذمہ دار سنبھالیں۔ جامعۃ الصفہ اس اہم پراجکٹ کو اللہ کے فضل وکرم اور خیر خواہان دین وملت کے تعاون سے انجام دے گا۔ انشاء اللہ۔

تعاون کی شکلیں ☆ طلباء کی کفالت: تدریب ائمہ کے لئے فی طالب علم سالانہ -/30,000 روپے شعبہ حفظ کے لئے سالانہ -/10,000 روپے فی طالب علم ☆ شعبہ عالمیت کے لئے سالانہ -/12,000 فی طالب علم (مدت پانچ سال) ☆ اساتذہ کی تنخواہ کی شکل میں ماہانہ -/48,000 روپے ☆ تعمیری کام اور قرضوں کی ادائیگی کیلئے۔ **نوٹ**: جامعہ اپنے خیر خواہوں کو ابھی تک بارہ لاکھ روپے قرض واجب الادا ہے اس خصوصی میں تعاون کی درخواست ہے۔

سرپرست جامعہ: حضرت مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ، امیر جماعت اسلامی ہند

JAMIA-TUS-SUFFAH
Deshaipet Road, Warangal, A.P. India

ناظم جامعہ: محمد خواجہ عارف الدین

Phone: +91-870-2424576, Cell:+91-9849004547 A/c No. 444351498 Indian Bank Mandi Bazar, Warangal A.P. INDIA

عالم اسلام کے نامور مفکر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق اور ہر دل عزیز تفسیر تفہیم القرآن کی تلخیص

تلخیص تفہیم القرآن

کا جدید ایڈیشن، نئے سائز: $\frac{20\times30}{8}$ میں، نئی تدوین، نئی کمپوزنگ اور بائبل پیپر پر معیاری طباعت کے ساتھ اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں۔

۲ جلدوں میں

صاف اور روشن متن، ترجمے اور حواشی کے تمام حروف صاف، واضح، یکساں اور متن کے نیچے ہی ترجمے کو مکمل کرنے کا حتی الامکان اہتمام، تاکہ بہ سہولت استفادہ کیا جاسکے۔

تلخیص کار: مولانا صدرالدین اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ایڈیشن	● جلد اول: صفحات: ۱۱۶۰ ● ہدیہ: -/Rs.350 ● جلد دوم: صفحات: ۱۱۵۲ ● ہدیہ: -/Rs.350
ہندی ایڈیشن	● جلد اول: صفحات: ۱۴۸۰ ● ہدیہ: -/Rs.430 ● جلد دوم: صفحات: ۱۰۹۲ ● ہدیہ: -/Rs.400

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

P.O. Box No. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110025
Ph: 26954341, 26971652, 26946447(D) Fax : 26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com. Website: www. mmipublishers.net